إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
و
مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

نگران:
حافظ اسعد محمود سلفی

مدیر:
مجیب الرحمٰن سیاف

کتاب وسنت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

سہ ماہی مجلّہ

المکرم

ذی القعدہ، ذی الحجہ محرم 1435ھ
ستمبر، اکتوبر، نومبر 2014ء

شمارہ نمبر 23

- قربانی کے مسائل
- عشرہ ذوالحجہ کے فضائل واحکام
- جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل نماز
- بالوں کو سیاہ خضاب لگانے کی شرعی حیثیت
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اصحابہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے محبت
- ڈاکٹر طاہر القادری اپنے افکار ونظریات کے آئینے میں

ناشر: شعبہ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

عذاب قبر برحق ہے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ))

''ان دونوں (قبروں والوں) کو عذاب ہو رہا ہے اور انہیں کسی بڑی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا بلکہ''

((اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ وَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ))

''ان میں سے ایک تو چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیلی لکڑی لی اور اسے دو حصوں میں کیا اور انہیں ہر ایک قبر پر گاڑ دیا پھر فرمایا:

''شاید لکڑی خشک ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔''

صحیح بخاری: (۱۳۷۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی فوت ہو جاتا ہے اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو صبح شام اس پر اس کی (جنت کی) جگہ پیش کی جاتی ہے، اگر جہنمی ہوتا ہے تو جہنم کی جگہ پیش کی جاتی ہے پھر اسے کہا جاتا ہے۔

((هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''تیری جگہ یہی ہوگی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اٹھائے گا۔'' بخاری: (۱۳۷۹)

(از صحیح بخاری کے واقعات: ص ۹۳)

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلّہ

کتاب وسُنّت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم

23

ذی القعدہ، ذی الحجہ محرم 1435ھ

ستمبر، اکتوبر، نومبر 2014ء

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

سرپرست

چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ

مہتمم جامعہ ھذا

نگران اعلی

حافظ اسعد محمود سلفی

مدیر

مجیب الرحمٰن سیاف

معاون

حسنین شاکر زبیری

مجلس ادارت

الشیخ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ

پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ

الشیخ محمد عظیم حاصلپوری حفظہ اللہ

ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ

اساتذہ جامعہ ھذا

انتظامیہ جامعہ ھذا

فہرس

درس قرآن	شیخ عبدالوحید ساجد	۴
درس حدیث	شیخ محمد مالک بھنڈر	۵
الہ کی صفات	مولانا رحمت اللہ شاکر	۶
احکام ومسائل	شیخ عبدالوحید ساجد	۱۳
ڈاکٹر طاہر القادری اپنے افکار.....!	مولانا عبدالرحمٰن ضیاء	۱۵
عشرہ ذی الحجہ کے فضائل واحکام	محمد عظیم حاصل پوری	۲۲
قربانی کے مسائل	مجیب الرحمٰن سیاف	۲۶
تحصیل علم کے لیے راہنما اصول	حافظ زبیر مرجالوی	۳۳
بالوں کو سیاہ خضاب لگانے.....!	عبدالمنان صدیقی	۴۰
سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اصحاب...!	ابوثوران محمد سلیمان شاکر	۴۶
نہ کہنے کی باتیں	ابن عمر دین لاہوری	۵۴
امام احمد بن محمد بزی رحمہ اللہ	قاری ابوبکر المنشاوی	۵۸
باپ راضی تو رب راضی	محمد یحییٰ طاہر	۶۱
صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی کرامتیں	محمد عظیم حاصل پوری	۶۴

خط وکتابت

جامعہ اسلامیہ سلفیہ

(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

0301-5073941 /055-3846592

زرتعاون ——— 25 روپے

سرکولیشن منیجر

حافظ عبدالقدیر

0308-6522441

مجلّہ المکرم کو انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کے لیے

www.almukarram.webs.com

Email: mukarram.grw@gmail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

نیا پاکستان

تحریر..... مولانا عثمان اسماعیل سلفی

یورپی یونین صدر مقام برسلز کہ جہاں (International Crises group) کے نام سے ایک تنظیم کا ہیڈ کوارٹر ہے۔اس تنظیم کی شاخیں پوری دنیا کے ممالک میں ہیں۔اس تنظیم کے ماتحت پوری دنیا کے ممالک پر رپورٹس مرتب ہوتی ہیں۔اور یہ رپورٹس پہلے پہل اس تنظیم کے چار بڑے دفاتر واشنگٹن، نیویارک، لندن اور ماسکو میں پہنچائی جاتی ہیں۔پھر وہاں سے یہ رپورٹس ورلڈ بینک، آئی ایم ایف، ایشیئن بینک اور دنیا بھر کے ڈونرز اور امداد دینے والے ممالک کے سربراھوں کو ارسال کی جاتی ہیں۔اور پھر ان رپورٹس کی روشنی میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔کہ کس ملک کو امداد سے مالا مال کرنا ہے اور کس ملک پر معاشی پابندیاں لگا کر اس کا گلا دبانا ہے۔یا کون سا راستہ اختیار کر کے کسی بھی ملک کو اپنا محکوم اور تابع فرمان بنایا جاسکتا ہے۔چنانچہ ایک عرصہ سے ان رپورٹس اور ان کو مرتب کرنے والے تھنک ٹینکس کا خصوصی موضوع ایک ملک ہے جس کا نام ہے "پاکستان" اور ہر سال لاکھوں ڈالرز صرف ان رپورٹس پر خرچ کئے جارہے ہیں کہ کس طرح اس پاکستان کو جو بظاہر غریب ہی سہی مگر اسلامی دنیا کی آنکھوں کا تارا ہے۔کیونکہ دنیا کے کسی بھی خطے میں رہنے والے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کی آواز پر اس ملک کے لوگوں کے دل تڑپ جاتے ہیں کہ جہاں آج بھی صداقت کیلئے صدیقِ اکبر، عدالت کیلئے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ، سخاوت کیلئے عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور شجاعت کیلئے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عوام کی نظروں میں ایک آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جی ہاں یہ وہی ملک ہے کہ جب 1967ء میں اسرائیل اور عرب ممالک کے درمیان جنگ ہورہی تھی تو ممکنہ فضائی حملے کے پیشِ نظر رات کے وقت خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کی لائٹوں کو بند کر دیا گیا تو احتجاجاً سعودیہ کے لوگ یہ کہتے ہوئے سڑکوں پر آگئے کہ لائٹس بند نہ کرو بلکہ کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی کی لائٹوں کو روشن کردو کیونکہ ابھی پاکستان اس دنیا کے نقشے پر باقی ہے۔جی ہاں وہی پاکستان جسے یوں تو آزاد ہوئے صرف 67 سال کا عرصہ گزرا ہے مگر اس کی نظریاتی بنیاد چودہ سو سال پہلے کے

محمدی نظریہ پر قائم ہے۔ جی ہاں وہی پاکستان کہ جس نے غریب ہونے کے باوجود ایٹمی طاقت بن کر عالم کفر کی نیندیں حرام کیں آج اس کو اس کے اس جرم کی سزا دینے کی تیاریاں کی جا رہیں ہیں ۔اور ایک نئے پاکستان کو بنانے کیلئے نوجوانوں کو سرحد پار کروا کر قندھار میں قائم بھارت کے سفارت خانے سے افغانی پاسپورٹ دلوا کر کچھ عرصہ دبئی اور پھر کچھ عرصہ تھائی لینڈ کے جزیروں پر لے جایا جاتا ہے تا کہ ان کے ذہن سے اس قدیم پاکستان کا تصور مسخ کر کے اک نئے پاکستان کا تصور بھرا جا سکے اور یوں ان کو انقلابی بنا کر اس پرانے پاکستان کو دنیا کے نقشے سے بٹانے کیلئے سرحد پار سے ہماری افواج کے خلاف کھڑا کیا جا رہا ہے۔ عین ان حالات میں جب دجال وقت افغانستان سے ناکام و نا مراد ہو کر اپنی شکست خوردہ فوج کو واپس لے جانے کی تیاریوں میں ہے۔ مگر جانے سے پہلے وہ پاکستان کو اس کے نظریاتی طور پر اسلامی ہونے کی سزا دے کر جانا چاہتا ہے۔

جی ہاں عین ان حالات کے تیار کئے ہوئے انقلابیوں اور پرانے کی قبر پر نئے پاکستان کی بنیاد رکھنے کا ذہن اور عزم لے کر آنے والوں کے مقابلے پر برسرِ پیکار پاکستانی افواج کا سہارا بننے کی ضرورت تھی مگر ہم نے افواجِ پاکستان کا سہارا بننے کی بجائے اپنی انا اور سیاست کیلئے ملک کے اندر اپنی ہی ریاست اور ریاستی اداروں کے خلاف اپنے انقلابی کھڑے کر دیئے۔ عین ان حالات میں جب ہمسایہ ملک بھارت میں بھارت کو خطے کا لیڈر بنانے اور اکھنڈ بھارت کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک مکمل نظریاتی اور فکری متعصب ہندو کو لیڈر بنا دیا گیا ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی تھی کہ ملکی سطح پر یکجہتی پیدا کر کے بھارت، اسرائیل اور امریکہ کی پراکسی وار کا مقابلہ کیا جاتا۔ کیونکہ دشمن تو چاہتا ہے کہ ایسا نیا پاکستان ہو کہ جہاں دو قومی نظریے کے محافظ نہ رہیں جہاں قیام پاکستان کے وقت دس لاکھ شہداء کو یاد کرنے والے نہ ہوں جہاں کشمیر فلسطین عراق شام اور تمام امت کے زخموں پر پرہم رکھنے والے نہ ہوں۔ جہاں قائد کے اسلامی پاکستان کے تصور کو پورا کرنے والے نہ ہوں مگر افسوس کہ دشمن کے مقابلے پر قوم و ملت کو یکجا کرنے کی بجائے ہم نے بھی نئے پاکستان کا نعرہ لگا دیا مگر نکاش کہ کوئی ہمیں سمجھا دے کہ اب وقت چار حلقوں کی فکر کرنے کا نہیں بلکہ عالمی سطح پر پاکستان کو چار ٹکڑوں میں بانٹنے کی سازش کا مقابلہ کرنے کا ہے۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۱۴)

درس قرآن

توحید کا علم

الشیخ عبدالوحید ساجد (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ)

﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لاَ إِلَـهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلاَئِكَةُ وَأُوْلُواْ الْعِلْمِ قَآئِمَاً بِالْقِسْطِ لاَ إِلَـهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اللہ (تعالی) نے گواہی دی کہ بے شک اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی۔ اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''۔ (آل عمران: ۱۸)

یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ توحید کا علم اپنی ہمہ جہت، معرفت، قدر و منزلت اور رتبہ کے اعتبار سے علی الاطلاق تمام علوم سے اشرف، ارفع اور افضل ہے۔ اس کا درجہ سب شرعی واجبات میں اعلی ترین واجب کا ہے۔ کیونکہ علم توحید اللہ تعالی کے وجود، اس کی وحدانیت، ربوبیت، الوہیت اور اس کے اسماء وصفات کی عالی قدر مباحث پر مشتمل ہے اور انسانیت کی طرف مبعوث ہونے والے تمام انبیاء ورسل کی دعوت وتبلیغ کا مرکزی واساسی موضوع توحید ہی رہا ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾

''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو'' (الانبیاء: ۲۵)

توحید کا ایک معنی لغوی ہے اور ایک اصطلاحی شرعی۔ لغت میں توحید کا معنی ایک ہی لفظ میں سمو دیا گیا ہے یعنی ''الإفراد'' (کسی بھی شیء کو اکیلا تنہا کر دینا)۔

توحید کا اصطلاحی شرعی مفہوم: «إفراد الله تعالى بالعبادة»

یعنی اللہ تعالی کو عبادت کی تمام اقسام میں اکیلا تسلیم کرنا۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالی کو اسکی ربوبیت، الوہیت اور اس کے اسماء وصفات میں یکتا واکیلا تسلیم کرنا۔

درس حدیث

حج سے پہلے

الشیخ محمد مالک بھنڈر (مدرس جامعہ ہذا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ کا تلبیہ ان الفاظ میں تھا:

«لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ»

''حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں اور تمام نعمتیں تیری ہی طرف سے ہیں، بادشاہی تیری ہی ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں''۔(بخاری: کتاب الحج ، باب التلبية . مسلم:١١٨٤)

یہ تلبیہ توحید ہونے کے ساتھ ساتھ توحید کا ترانہ بھی ہے۔حج کا ارادہ رکھنے والوں کو چاہیے کہ سفر حج پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے عقیدے کی اچھی طرح اصلاح کرلیں کیونکہ عقیدہ صحیح نہ ہو تو حج سمیت کوئی بھی عبادت قبول نہیں ہوتی۔عقیدے کی اصلاح کا مطلب عقیدہ توحید کو اپنانا اور شرکیہ عقائد سے دامن چھڑا لینا ہے، اللہ تعالی کو الوہیت (اللہ تعالی کا لائق عبادت ہونا)، ربوبیت (اللہ تعالی کا تمام نظام کائنات کا مدبر و منتظم ہونا) اور اسماء وصفات (اللہ تعالی کے جو نام اور صفات کتاب وسنت میں موجود ہیں) میں یکتا تصور کرنا اور ان تینوں (الوہیت، ربوبیت اور اسماء وصفات) میں کسی کو کسی لحاظ سے بھی اللہ کا شریک نہ سمجھنا۔عقیدہ توحید کی اہمیت اس بات سے بھی عیاں ہے کہ اس کے بغیر کوئی بھی عبادت قبولیت کا حق نہیں رکھتی اور شرکیہ عقائد کی موجودگی تمام اعمال کی بربادی کا ذریعہ ہے۔اللہ تعالی نے دوٹوک الفاظ میں امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ تنبیہ کردی تھی کہ:

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ (الزمر: ٦٥)

''اگر تم نے شرک کیا تو لازما تیرا عمل برباد ہو جائے گا''

پھر اگر آج کا کوئی مسلمان شرکیہ عقائد و اعمال نہ چھوڑے تو کیا اس کا حج کبھی قبول ہوسکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! اس لیے حج سے پہلے عقیدے کی اصلاح ضروری ہے۔

سلسلہ اصلاح عقائد

اللہ کی صفات

مولانا رحمت اللہ شاکر (مدرس جامعہ ہذا)

عقیدہ کے حوالے سے گفتگو جاری ہے، اس میں بنیادی اور مرکزی حیثیت توحید کو حاصل ہے اور اس میں بھی توحید اسماء وصفات خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اللہ تعالی کے اسماء حسنی کی معرفت وشمار کرنے کا ثواب اور اسماء وصفات کے متعلق تین بنیادی اصولوں کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اس شمارے میں ہم اللہ تعالی کے ذاتی نام ''اللہ'' کی حقیقت اور ماخذ کے حوالے سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ یا الٰہ کی صفات کون کون سی ہیں جو صرف اسی کے ساتھ خاص ہیں اور مخلوق میں ان صفات کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ان صفات کو مخلوق میں تصور کرنا شرک کے زمرے میں آتا ہے۔

یہی وہ مرکزی نقطہ ہے جس پر سب انبیاء کی دعوت متفق ہے، یہی چیز اصل میں انبیاء کی مخالفت اور دشمنی کا باعث بنی جس کی وجہ سے انبیاء کو مصیبتوں، پریشانیوں، دکھوں، حتی کہ ہجرت اور قتل سے دوچار ہونا پڑا۔

ہر نبی کے مقابلے میں آنے والا طبقہ امراء وقائدین کا تھا جن کو اپنی قیادت وسیادت یا پھر ان کے پیروکاروں ان کے متعلق غلو تھا جو ان کو نفع ونقصان کے مالک سمجھا کرتے تھے۔ ان کے پرانے اور قدیم نسل درنسل منتقل ہونے والے عقیدے پر چوٹ انہیں کہاں برداشت تھی اس لیے وہ میدان میں آتے اور انبیاء اور ان کے ماننے والوں کو پریشان کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے۔

یہی حالت ہمارے اس معاشرے میں بنی ہوئی ہے، ایک اہم اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ توحید اور شرک کے اصول پرانے ہیں جو قرآن مجید میں کھول کر بتا دیے گئے ہیں۔ قرآن ایک میزان اور کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہے اپنے نزول کے زمانہ سے لے کر قیامت تک اسے ایک جیسی حیثیت حاصل ہے حالات وواقعات کی تبدیلی اور مرور زمانہ کے پیش نظر اس کی صداقت وحقانیت اور دلالت میں کوئی فرق نہ آیا ہے اور نہ ہی آسکتا ہے۔ اسی اصول کی روشنی میں توحید کی معرفت اور شرک کی پہچان

ممکن ہے ورنہ تو من مانی ہوگی ہر کوئی اپنے عقیدے کو صحیح، درست اور صحابہ کے عقیدے کے عین مطابق ثابت کر دکھائے گا اور ایسا ہو بھی رہا ہے۔ ایسا کرنا نبوت کے مقاصد کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ زندہ و مردہ نیک لوگوں کے اختیارات و کمالات تو لوگ ہر دور میں مانتے آئے ہیں۔ اس کی ابتداء نوح کے زمانہ سے ہوئی، ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر بھی نیک انسان ہی تھے، اصحاب کہف بھی اللہ کے ولی اور نیک بندے تھے۔ ان کے متعلق لوگوں نے نظریہ قائم کیا

﴿لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا﴾ (الکھف:۲۱)

''ہم ضرور ضرور ان پر مسجد (سجدہ گاہ) بنائیں گے۔''

طاقتور گروہ کہنے لگا ہم ضرور ان کی قبروں کو سجدہ کریں گے۔ اس کا سبب حقیقت میں ان لوگوں کے اختیارات و کمالات کا نظریہ تھا۔ لات و منات اور عزی کے متعلق اس دور کے لوگوں کے نظریات بھی یہی تھے، موجودہ دور میں بھی یہی نظریات منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں ایسے نظریات کی تردید اس وقت بھی ناقابل برداشت تھی اور آج بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ حالانکہ اسلام کے آجانے کے بعد اہل اسلام کو ایسے عقاعد و نظریات سے براءت کا مکمل اظہار کرنا چاہیے تھا۔ اسی حقیقت کے پیش نظر توحید کی اس قسم کو ذرا تفصیل سے بیان کرنے کا پروگرام ہے۔

اللہ..... یہ اللہ تعالی کا ذاتی نام جو اس کی ذات کے ساتھ خاص ہے میرے علم کے مطابق ربوبیت کا دعوی کرنے والے بھی آئے ہیں ان میں سے بعض نے یہاں تک تو کہہ دیا: (انا ربکم الاعلی) لیکن اللہ کسی نے اپنے آپ کو نہیں کہا۔ اور نہ ہی ماننے والوں نے اس اسم (اللہ) کے ساتھ کسی کو پکارا ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی کفار کی عادات کو یوں ذکر فرمایا ہے کہ وہ اپنے آلھۃ کو پکارتے اور پوجتے ہیں۔

یہ ایسا نام جس میں الوہیت و ربوبیت کی تمام صفات کمال بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں یہ ایسی ذات کا نام ہے جو پوری کائنات سے منفرد ہے اس کا حقیقی وجود ہے اس کا کوئی خالق نہیں ہے (باقی سب مخلوق ہیں) اسی وجہ سے عبادت لے لائق وہی اکیلا ہے۔

یہی اسم اعظم ہے کسی اور کا یہ نام آج تک نہ ہوا ہے اور نہ ہی ہوسکتا ہے۔اس لیے یہ ہمیشہ مفرد آیا ہے اس کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا ہے۔جبکہ الٰہ کا تثنیہ اور جمع استعمال ہوتا ہے اور یہی اس آیت کا مفہوم بھی ہے :

﴿هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا﴾ (مریم:٦٥)

یعنی آپ ایسا کوئی شخص جانتے ہیں جس نے اپنا نام اللہ رکھا ہو؟

اور اس کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اللہ ایسا نام ہے جو حقیقی الٰہ جو تمام اسماء حسنی کا مالک ہے۔اور تمام صفات کاملہ اسی کے لائق ہیں اور یہی تمام اسماء حسنی کا مقصود ومطلوب ہے۔اللہ تعالی کے باقی تمام ناموں کا تعارف اس نام اللہ کی روشنی میں ہوتا ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾

(الحشر:٢٢)

''اللہ وہ ذات ہے جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ غیب اور حاضر (سب چیزوں) کو جاننے والا ہے وہ رحمان ورحیم ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ الله هو السلام المومن المهيمن تو کہہ سکتے ہیں لیکن السلام المومن المهيمن الرحمان الرحيم نہیں کہہ سکتے۔(عقیدہ توحید فی القرآن:١/ ٧٠۔٧١)

اللہ : ١۔ اَلَهَ يَأْلَهُ أُلُوهَةً وَإِلَاهَةً وَأُلُوهِيَّةً سے مشتق ہے جس معنی ہے معبود جس کی عبادت کی جائے۔

٢۔ :اَلَهَ يَأْلِهُ اَلَهًا سے مشتق ہے جس کا معنی متحیر (حیران) ہونا ہے۔

٣۔اَلَهَ يَأْلِهُ إلى كذا يعنى اَىْ لَجَأَ إِلَيْهِ پناہ لینا،امام ضحاک سے مروی ہے اللہ تعالی کو الٰہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ تمام مخلوق اپنی ضروریات کے لیے اس کی طرف رجوع کرتی اور مصائب ومشکلات میں اس کے سامنے گریہ زاری کرتی ہے۔

خلیل بن احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں :اللہ تعالی تمام مخلوق کو ہر مصیبت میں پناہ دینے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالی

کا فرمان ہے:

﴿وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ﴾

''وہی پناہ دیتا ہے اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔''

اور تمام نعمتیں بھی اسی کی انعام کردہ ہیں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمَا بِكُمْ مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ﴾

(النحل:۵۳)

''جو بھی نعمتیں تمہارے پاس ہین اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہیں جب تمہیں کوئی تکلیف آتی ہے تو اسی کی طرف رجوع کرتے ہو۔''

۴۔بعض کے نزدیک الٰہ لَاہَ یَلِیْہُ وَیَلُوْہُ لَیْھًا بمعنی احتجب، پردے میں ہونا، ظاہر نہ ہونا ہے۔ اس کی تائید قرآن مجید میں:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَوَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾

(الانعام۔۱۰۳)

''اس کو آنکھیں مکمل طور پر دیکھ نہیں سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے وہ بڑا ہی باریک بین خبر رکھنے والا ہے۔''

:۵۔امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ الٰہ الھت إلی فلان ای سکنت إلیه بمعنی سکون ہے۔ دلوں کو سکون اللہ تعالی ہی کے ذکر سے ملتا ہے اور روح کو قرار اللہ تعالی کی معرفت ہی سے ملتا ہے اور نفس کو اطمینان وسکون اس کے قرب سے ملتا ہے (عام طور پر) جس چیز کا ڈر ہو اس سے دور بھاگتے ہیں جبکہ اللہ تعالی سے ڈرنے والا اللہ تعالی کے قریب ہوتا ہے اس خوف کے عوض اسے اطمینان وسکون ملتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد:۲۸)

''اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔''

۶۔ بعض کے نزدیک الٰہ ،اَلِهَ الرَّجُلُ إلٰی رَجُلٍ إذَا اتَّجَهَ إلَيْهِ لِشِدَّةِ شَوْقِهِ إلَيْهِ سے

ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے کثرت شوق ومحبت کی وجہ سے کسی کی طرف متوجہ ہونا۔یعنی لفظ اللہ میں ایسا معنی موجود ہے کہ تمام انسان اللہ رب العالمین کی طرف (کثرت شوق) متوجہ ہوتے ہیں۔جیسا کہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

ہر حال میں بندے اللہ تعالی کی طرف عاجزی وانکساری کرتے ہوئے بڑھتے چلے جاتے ہیں،جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِيَّاهُ﴾ (النحل:٥٣)

''جب سمندر میں تمہیں کوئی تکلیف آتی ہے تو اللہ تعالی کے علاوہ (باقی تمام معبود) جنہیں تم پکارتے ہو بھول جاتے ہو۔''

٧۔ایک قول کے مطابق الٰہ، لَاهَا سے ماخوذ ہے جس کا معنی بلندی ہے۔سورج طلوع ہو جائے تو بولتے ہیں لَاهَتِ الشَّمْسُ لہذا لفظ اللہ میں علو اور بلندی کا معنی پایا جا رہا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

''الٰہ وہ ذات ہے جس کی عبادت،محبت،انابت،بزرگی اور اکرام کی وجہ سے کی جائے۔اور الوہیت کے متعلقہ تمام امور اللہ تعالی کا خالص حق ہیں۔''

(فتاوی:١/ ٢٢، عقیدہ توحید فی القران: ١/ ٧٥۔٧٩)

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں لا إلہ إلا اللہ کا معنی ومفہوم سمجھنے میں بہت سی آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔آج المیہ یہ ہے کہ لا الہ کا اقرار کرنے والا اس کے مفہوم اور اس کی تفصیل سے بالکل ناواقف ہے اور یہ دعوی کرتا ہے کہ ہر لا الہ کہنے والا جنت میں چلا جائے گا۔شرک نام کی چیز ہی ختم کر کے رکھ دی۔اور الہ کی صفات سے بالکل نابلد وناواقف پھرتے ہیں۔لا الہ کے نجات کا ذریعہ بننے کے لیے شروط کا تذکرہ تو آئندہ کسی مناسب مقام پر کریں گے لیکن ''الہ'' کی تشریح جس کی خاطر انبیاء نے زندگیاں لگا دیں لوگوں کو دعوت دی،انہوں نے مخالفت کی بائیکاٹ کیا جسم زخمی کیا،گھر اور علاقہ چھوڑنے (ہجرت کرنے) پر مجبور کیا۔لیکن انبیاء بھی اپنے مشن کے پکے تھے ڈٹے رہے فریضہ انجام دیتے رہے۔اللہ کا پیغام سناتے رہے بہت سے لوگ اس دعوت کو قبول کر کے راہ ہدایت پر آئے

اور جنت کے حقدار بنے۔قرآن مجید کو اللہ تعالی نے دستور حیات، راہ ہدایت اور ذریعہ نجات بنا کر بھیجا ہے۔اور یہ تمام مسلمانوں کے لیے ایک متفقہ قانون کی حیثیت رکھتا ہے لہذا سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں آنے والی ''الہ'' کی تمام صفات کو تہہ دل سے قبول کریں۔ایمان لائیں اور اس کے مطابق زندگی گذاریں۔

اللہ تعالی نے سورۃ نمل بیسویں پارے میں الہ کی صفات ذکر کیں ہیں جو پیش خدمت ہیں:

زمین وآسمان کا خالق:

اللہ تعالی پوچھ رہیں کہ بتاو !زمین وآسمان کا خالق کون؟ آسمان سے تمہارے لیے بارش کو ن برساتا ہے؟ یہ خوبصورت باغات ہم نے اگائے ہیں اس کے درخت کو پیدا کرنا تمہارے بس کی بات نہیں، اللہ کے علاوہ کوئی اور الہ نہیں ہے بلکہ وہ شرک کرنے والے ہیں۔

زمین کو جائے قرار بنانے والا:

اللہ تعالی پھر سوال کرتے ہیں کہ بتاو ! کس نے زمین کو جائے قرار بنایا ہے؟ اور اس میں نہریں چلائی ہیں؟ اور اس پر پہاڑ بنائے ہیں؟ اور دو دریاوں (میٹھے اور کھارے) کے درمیان رکاوٹ بنائی ہے؟ یہ کام صرف اور صرف الہ ہی کرسکتا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

مجبور ولاچار کی پکار سننے والا:

اللہ تعالی پھر پوچھتے ہیں بتاو ! مجبور ولاچار کی پکار کون سنتا ہے؟ اس کی تکلیف دور کون کرتا ہے؟ زمین میں تمہاری نسل کون چلا رہا ہے؟ یہ الہ ہی تو ہے مگر تم بہت کم عبرت پکڑتے ہو۔

بحر وبر میں راہنمائی کرنے والا: اللہ تعالی پوچھتے ہیں بتاو !بحر وبر کے اندھیروں میں تمہیں راستہ کون بتاتا ہے؟ بارش سے پہلے ہواوں کو بطور خوشخبری کون بھیجتا ہے؟ یہ اللہ ہی کا کام ہے۔اللہ تعالی ان کے شرک سے بلند وبالا تر ہے۔

پیدا کرنے والا اور دوبارہ زندہ کرنے والا: اللہ تعالی پوچھتے ہیں بتاو ! کون ہے جس نے

انسان کو پیدا کیا؟ اور دوبارہ زندہ کون کرے گا؟ زمین وآسمان میں رازق کون ہے؟ اللہ ہی تو ہے: اے محمد ان (کفار کے کہا اگر تم (اپنے دعوے اور عقیدے میں سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

غیب جاننے والا: اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا:

''آپ فرمادیں اللہ تعالی کے علاوہ زمین وآسمان کے غیب کا علم کسی کو نہیں ہے۔ بلکہ وہ (تو اتنا بھی) نہیں جانتے کہ انہیں اٹھایا کب جائے گا'' (النمل: ۶۰۔۶۵)

اونگھ اور نیند سے پاک: الہ کی صفات میں یہ بھی شامل ہے کہ اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی۔ یہ کمزوری اور فنا پر دلالت کرتی ہیں۔ لہذا اللہ تعالی الہ العالمین ایسی کمزوریوں سے مبراء اور پاک ہیں۔ جبکہ تمام انبیاء نبی کریم ﷺ سمیت سب کو اونگھ بھی آتی تھی اور نیند بھی آتی تھی۔

زندہ وجاوید: اللہ تعالی ہی کی ایک واحد ذات ہے۔ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی ساری کائنات کا نظام اسی کے ہاتھ میں ہے جو حی القیوم ہے۔

پوری کائنات کا مالک ہو: اللہ تعالی الہ اس لیے ہے کہ پوری کائنات اسی کی ہے۔ مرضی اسی کی چلتی ہے، حکم وفیصلہ اسی کا نافذ ہوتا ہے۔

سفارش اس کے حکم کے بغیر نہیں: اللہ تعالی الہ ومعبود اس لیے ہے کہ اس کے حکم کے بغیر اس کے سامنے کسی کو کسی کے حق میں سفارش کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

ہر چیز کا علم ہو: اللہ تعالی الہ ومعبود اس لیے بھی ہے کہ لوگوں کے مکمل حالات اس کے علم میں ہیں لیکن اس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا ہے اور اس کی کرسی زمین وآسمان سے بڑی ہے۔

پوری کائنات کا محافظ ہو: اللہ تعالی اس لیے الہ ہے کہ زمین وآسمان (اور اس میں تمام مخلوق) کی نگرانی کا اس پر کوئی بوجھ نہیں ہے اور اسے تھکاوٹ اور اکتاہٹ کبھی لاحق نہیں ہوسکتی۔

بلند وعظیم ہو: اللہ تعالی الہ ہے اس لیے کہ وہ تمام مخلوق سے بلند وبرتر اور عظیم ہے۔ (البقرہ:۲۵۵)

فقہ وفتاویٰ

احکام ومسائل

شیخ عبدالوحید ساجد (شیخ الحدیث جامعہ ھذا)

سوال ..... جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ سائل: محمد رضوان اللہ بھٹوی اوکاڑہ

جواب ..... درست ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ثُمَّ ادَّهَنَ اَوْمَسَّ مِنْ طِيْبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ ، فَصَلَّى مَاكُتِبَ لَهُ ، ثُمَّ اِذَاخَرَجَ الْاِمَامُ اَنْصَتَ غُفِرَلَهُ مَابَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى»

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس قدر ممکن ہو صفائی کرکے تیل لگائے یا خوشبو استعمال کرے پھر نماز جمعہ کے لیے نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان تفریق نہ کرے ، پھر جتنی نماز اس کی قسمت میں ہو ادا کرے اور جب امام خطبہ دینے لگے تو خاموش رہے ، تو اس کے وہ گناہ جو اس جمعہ سے سابقہ جمعہ کے درمیان ہوئے ہوں سب معاف کر دیے جائیں گے۔'' بخاری ، الجمعہ (۹۱۰)

مسند بزار کے الفاظ ہیں:

«صَلَّى مَاقُدِّرَلَهُ حَتىٰ يَخْرُجَ الْاِمَامُ»

''جتنی نماز اس کے مقدر میں ہو امام کے نکلنے تک ادا کرے۔''

صحیح ابن حبان میں ہے: «صَلَّى مَابَدَالَهُ» اس حدیث کے الفاظ کا عموم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جمعہ کے دن بوقت زوال نفل نماز ادا کرنا درست ہے۔

سوال ..... نماز میں اگر کوئی شخص سجدہ بھول جائے تو کیا وہ رکعت دوبارہ پڑھے گا، یا سجدہ سھو کافی

ہوگا۔ سائل: جمشید ایبٹ آباد

جواب .....نماز میں کمی بیشی یا شک پڑنے سے سجدہ سھو کرنا ہوتا ہے، اگر کوئی کمی ہو تو اسے پورا کرنا ضروری ہوتا ہے مثلاً رکعت رہ گئی ہے تو اسے ادا کرنا ہوگا پھر سجدہ سہو کیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے نبی کریم نے عصر کی دو رکعت پڑھا کر سلام پھیر دیا یاد آنے پر آپ نے متروکہ رکعتیں ادا کیں اس کے بعد دو سجدے کیے پھر آپ نے سلام پھیرا۔ (بخاری:۱۲۲۷)

نماز میں جو رکعت ایک سجدہ کے ساتھ پڑھی جائے وہ رکعت نہیں ہوتی کیونکہ ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہوتے ہیں اس لیے سجدہ کے رہ جانے سے پوری رکعت ادا کی جائے گی پھر دو سجدے سہو کے دیے جائیں گے۔

سوال نماز جنازہ میں اگر کوئی شخص دوسری یا تیسری تکبیر میں شامل ہو تو اسے کیا کرنا چاہیے۔

سائل: حافظ عبدالسلام نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

جواب .....بقیہ تکبیرات اسے ادا کرنی چاہیے حدیث میں ہے:

«مَاأَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَافَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا» (بخاری:٦٣٥)

''نماز کا جو حصہ تمہیں مل جائے اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے بعد میں پورا کر لو۔''

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»

''فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔'' پھر درود بھی نماز جنازہ کا حصہ ہے اس لیے نماز جنازہ کا جو حصہ رہ گیا ہو اسے امام کے سلام پھیرنے کے بعد پورا کیا جائے گا۔

(بقیہ صفحہ نمبر:۳) اس لئے ذرا دیکھئے کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ چار حلقوں کی دھاندلی کا رونا روتے روتے روزانہ تجارتی طور پر 150 ارب روپے کا نقصان پہنچا کر کہیں ہم وطنِ عزیز کو معاشی اور داخلی طور پر اتنا کمزور نہ کر دیں کہ جس سے عالمِ کفر کے نئے پاکستان کی راہ ہموار ہو جائے۔

اس لئے آؤ اس پرانے پاکستان کی حفاظت کریں۔ اور اسے مضبوط کریں کیونکہ خدانخواستہ اگر یہ پرانا پاکستان محفوظ نہ رہا تو تمہارا سوچا ہوا نیا پاکستان بھی نہیں بن سکے گا۔

ڈاکٹر طاہر القادری اپنے افکار ونظریات کے آئینے میں

تحریر.....مولانا عبدالرحمٰن ضیاء

الحمدلله رب العالمین والصلاة والسلام علی رسوله الامین ۔اما بعد :

جناب طاہر القادری صاحب جنہیں ان کے عقیدت منداور مرید لوگ بہت اونچے اونچے القاب مثلاً علامہ، شیخ الاسلام وغیرہ سے ملقب کرتے ہیں اور شاید وہ انہیں دور حاضر کے تمام کبار علماء سے بڑا عالم اور ولی کامل سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب ہم نے ان کی کتاب (**عقیدۂ توحید اور حقیقتِ شرک**) اور کتاب (**مسئلہ استغاثہ اور اس کی شرعی حیثیت**) کا مطالعہ کیا تو ہمیں یقین ہوگیا کہ قادری صاحب اپنی ان دونوں کتابوں میں بھی اپنے خود ساختہ بدعی وفاسد نظریات کو غیر ثابت روایات ، غلط حوالہ جات اور غلط استدلالات کے ساتھ عامۃ الناس میں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

کبھی کبھی تو کسی کتاب سے بحوالہ یعنی صفحہ اور جلد نمبر ذکر کر کے یقین کے ساتھ کوئی روایت یا کوئی نظریہ نقل کرتے ہیں لیکن اصل کتاب کی طرف رجوع کرنے سے وہ بات ان کی محوّلہ پوری کتاب ہی میں نہیں ملتی۔اگر آپ حضرات کو شک ہو تو قادری صاحب کی کتاب (عقیدۂ توحید اور حقیقت شرک صفحہ ۲۶۶۔۲۶۷) اور ان کی کتاب (مسئلہ استغاثہ اور اس کی شرعی حیثیت صفحہ ۵۲) نکال کر دیکھ لیں۔

(پہلی کتاب عقیدہ توحید اور حقیقتِ شرک) میں انہوں نے ایک حدیث ذکر کر کے اس کے نیچے نو (۹) کتب کا حوالہ دیا ہے اور ان کتب کے مصنفین کی طرف اس بات کی غلط نسبت کی ہے کہ وہ (اجلّ علماء اور ائمہ وحفّاظِ حدیث) اس حدیث پاک کو صحیح قرار دیتے ہیں (ص:۲۶۶،۲۶۷)

جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ ان نو علماء اور حفّاظِ حدیث میں سے کسی ایک نے بھی اسے صحیح قرار نہیں دیا بلکہ ان میں سے بعض نے تو اس کے برعکس اس کو ضعیف، کمزور یا موضوع (خود ساختہ) قرار دیا ہے اور اس کے راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کو سخت مجروح قرار دیا ہے جیسا کہ ہماری اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا خوب جان لے گا اور قادری صاحب کے مبلغ علم سے بھی باخبر ہو جائے گا۔

قادری صاحب نے اپنی کتاب استغاثہ کے ص ۵۲ پر ایک یہ عنوان قائم کیا ہے:

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ۔۔۔کاشف الکربات: (سختیوں اور مصیبتوں کو کھولنے اور دور کرنے والے)

پھر اس کے تحت انہوں نے قسطلانی کی کتاب المواھب اللدنیۃ ج ۱ ص ۲۱۲ سے عربی عبارت نقل کی ہے جس میں بقول قادری صاحب یَا کَاشِفَ الکُرُبَاتِ کا لفظ ہے جسے قادری صاحب خاص طور پر قابل غور قرار دے رہے ہیں اور اس سے کسی بزرگ کے بعد از وفات مشکل کشا ہونے اور مصیبتوں کو دور کرنے پر استدلال کرنے پر زور دے رہے ہیں جب کہ پڑھ کر تحقیق کرنے والا کوئی مردِ مجاہد شخص اگر (المواھب اللدنیۃ للقسطلانی) پوری کتاب کی ورق گردانی کر کے دیکھ لے تو بھی کسی جگہ وہ قادری صاحب کے یہ مُستدلّ الفاظ (یا کاشف الکربات) نہیں پا سکے گا کیونکہ یہ الفاظ اس کتاب المواھب اللدنیۃ میں موجود ہی نہیں ہیں۔ جیسا کہ ہماری اس جوابی اور تنقیدی تحریر سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی ..... یا پھر وہ کسی ضعیف و موضوع روایت پر اپنے خود ساختہ نظریات کی بنیاد رکھتے دکھائی دیتے ہیں ..... یا کبھی کبھار پوری عبارت نقل ہی نہیں کرتے ..... یا پھر ان کی ذکر کردہ دلیلیں تو صحیح ہوتی ہیں کیونکہ وہ آیات و احادیث بھی ذکر کر دیتے ہیں لیکن ان دلیلوں سے ان کا استدلال غلط ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کے متعلق فرمایا تھا: کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیدَ بِھَا بَاطِلٌ۔ یعنی یہ بات تو حق ہے لیکن انہوں نے اس سے باطل مراد لے لیا ہے۔ یہی حال جناب قادری صاحب کا ہے۔

ان کی کتب کا تحقیقی نظر سے مطالعہ کرنے والا ایک محقق آدمی یقین کر لیتا ہے کہ قادری

صاحب ایک بہت بڑے غالی صوفی ہیں جو کہ حدیث نبوی کے صحیح علم سے تہی دست ہوتے ہیں جیسا کہ اکثر صوفیاء کا یہی حال ہوتا ہے اگر کسی کو شک ہو تو ڈاکٹر غلام قادر لون صاحب کی معروف کتاب (مطالعہ تصوف کتاب وسنت کی روشنی میں) سے یہ عنوان (صوفیہ اور علمِ حدیث ص ۴۸۳ تا ۵۴۳) نکال کر تفصیلی مطالعہ کر لے۔

قادری صاحب اپنی اکثر کتب میں صوفی ازم مثلاً صوفیاء کا مشہور فرقہ رفاعیہ اور اس کی شاخ احباش وغیرہ کے نظریات کی نشر واشاعت کرتے دکھائی دیتے ہیں جن کے اکثر نظریات کتاب وسنت کی تعلیمات کے منافی ہیں۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ شیخ عبدالرحمن دمشقی کی تفصیلی کتاب (موسوعة اهل السنة) کا بغور مطالعہ کر لے

قادری صاحب کے بعض غلط وفاسد نظریات

۔ قادری صاحب بغیر دلیل یہ نظریہ بھی رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پوری کائنات میں رزق تقسیم کرتے ہیں جس کو جتنا چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں بلکہ وہ اپنے مزعومہ اولیاء کے متعلق بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ انہیں بھی یہ درجہ حاصل ہے کہ وہ اس پوری کائنات میں رزق تقسیم کرتے ہیں ۔ (دیکھئے عقیدۂ توحید اور حقیقت شرک ص: ۱۳۲)

غیر اہلِ سنت کی مشہور کتاب اصولِ کافی میں بھی یہی نظریہ اس طرح لکھا ہوا ہے: فَكَانَ لَه يُو تِيَ مَا شَآءَ مَن شَآءَ وَ يَمنَعَ مَن شَآءَ ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کو اختیار تھا جس کو جو چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں۔ (دیکھئے :الشافی ترجمہ اصولِ کافی ، سید ظفر حسن نقوی ، جلد ۲ ، ص ۱۹۳ ، کتاب الحجت ، باب نمبر ۵۱)

۔ قادری صاحب بغیر دلیل یہ نظریہ بھی رکھتے ہیں کہ ان کے داتا گنج بخش علی ہجویری، ان کے غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے حضرت سلطان العارفین سلطان باہو اور ان کے دیگر اولیائے کاملین صلحائے عظام تمام لوگوں کو جانتے ہیں اور انہیں ان کے بگڑے حالات سنوارنے پر قدرت دی گئی ہے۔ (مسئلہ استغاثہ اور اس کی شرعی حیثیت ص :۹۵)

اصولِ کافی میں بھی اسی طرح کا ایک باب موجود ہے، کتاب الحجة ، باب ٤٧ ، جلد ٢ ، ص ١٨٧ ، باب ان الائمة یعلمون علم ماکان وما یکون و انه لا یخفی علیهم الشیئی صلوات الله علیهم یعنی ائمہ علیہم السلام ماکان وما یکون کے علم کو جانتے ہیں اور ان پر کوئی شئی پوشیدہ نہیں۔

اسی طرح قادری صاحب کا یہ نظریہ بھی ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی نظر میں تمام ممالک اس طرح ہیں جس طرح کہ ان کی ہتھیلی میں ایک ادنیٰ سارائی کا دانہ ہو۔(مسئلہ استغاثہ ص:٩٣) حالانکہ یہ نظریہ کتاب وسنت کے خلاف ہونے کے ساتھ اصلی اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کے بھی خلاف ہے، نیز شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی تعلیمات کے بھی یہ خلاف ہے۔جیسا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں کہا ہے کہ :

یہ بھی رافضیوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو چکا، یا آئندہ ہونے والا ہے، امام ان سب سے باخبر ہے، حتی کہ امام زمین کے سنگ ریزوں ، بارش کے قطرات اور درختوں کے پتوں کی تعداد بھی جانتا ہے۔(غنیة الطالبین ، ترجمه شیخ مبشر حسین لاهوری ، ص:٢١٧ ، سطر:١٤ ، طبع نعمانی کتب خانه ، حق سٹریٹ ، اردو بازار لاهور)

اسی طرح قادری صاحب کا یہ نظریہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو مقامِ تکوین حاصل ہے کہ وہ کلمہ کن کہہ کر کائنات میں جیسے چاہیں تصرف کر سکتے ہیں اور اب بھی حاصل ہے۔(عقیده توحید اور حقیقتِ شرك ، ص :١٣٢)

اور انہیں اسی طرح اختیارات دے دیئے گئے ہیں اور اس عہدے پر فائز کر دیا گیا ہے کہ اس پاور کے استعمال میں انہیں (اللہ تعالیٰ سے) ہر بار اجازت نہیں لینا پڑتی۔(عقیده توحید اور حقیقتِ شرك ، ص:١٦٨)

حالانکہ بعینہ یہی عقیدہ عیسائیوں کا ہے، انہوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہی عقیدہ رکھا تھا اور انہیں مشکل کشا سمجھ کر پکارنے لگ گئے تھے اور آج تک پکار رہے ہیں اور اس کے

متعلق انہوں نے کئی ایک کتب اور رسالے لکھے ہیں جیسا کہ فرائڈے اس پر منہ بولتا ثبوت ہے۔

اسی طرح قادری صاحب کا یہ نظریہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پوری زمین کے مالک ہیں اور انہیں اس میں تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہے، زمین کے پانی میں بھی وہ تصرف کرتے تھے۔(ماھنامہ منہاج القرآن ، فروری2007ء ج:۲۱ ، شمارہ۲ ، ص:۱۹)

حالانکہ بعینہ یہی عقیدہ رافضہ کے ایک فرقہ مفوّضہ کا ہے، چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مفوّضہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا انتظام اماموں کے حوالے کر رکھا ہے، اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا، بلکہ اس نے ہر چیز کی تخلیق اور تدبیر کی قوت رسول اللہ ﷺ کو تفویض فرمادی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ان (مفوّضہ) کا یہی دعوٰی ہے، ان کے بعض پیروکار بادل دیکھ کر اس پر درود وسلام بھیجتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ اس بادل میں ہیں ۔(غنیۃ الطالبین ، ص:۲۱۹ ، سطر:٦)

اصولِ کافی میں بھی لکھا ہوا ہے کہ :اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ فَوَّضَ اِلٰی نَبِیِّہٖ ﷺ اَمرَ خَلقِہٖ لِیَنظُرَ کَیفَ طَاعَتُھُم۔ الخ ۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی ، کتاب الحجۃ ، باب۵۱ ، ص۱۸۹)

’’بے شک اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کا معاملہ اپنے نبی ﷺ کے سپرد کر دیا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ وہ کس طرح اطاعت کرتے ہیں۔‘‘

نیز لکھا ہے:فَمَا فَوَّضَ اِلٰی رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ فَقَد فَوَّضَہ اِلَینَا (الشافی ترجمہ اصول کافی ، جلد۲ ، صفحہ۱۸۸ ۔۱۸۹) یعنی جس طرح خدا نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکومت سپرد کی اسی طرح ہم کو بھی سپرد کی۔

نیز لکھا ہے:وَفَوَّضَ اَمرَھَا اِلَیھِم فَھُم یُحِلُّونَ مَا یَشَآءُ ونَ وَیُحَرِّمُونَ مَا یَشَآءُ ونَ ۔’’اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں پیدا کر کے ان کے معاملات محمد ﷺ، علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دی ہیں، چنانچہ وہ جو چاہتے ہیں

حلال کر دیتے ہیں اور چوچا ہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں۔"(اصولِ کافی ، کتاب الحجة ، باب مولد النبی ﷺ ووفاته مع شرحه الصَّافی ، جلد ، جز ، ص ، نولکشور ، الشافی ترجمه اصول کافی ، ج:۳ ، ص ٤-٥)

اسی طرح قادری صاحب کا یہ نظریہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بول وبراز (یعنی پیشاب اور پاخانہ) پاک ہیں اور صحابہ کرام آپ ﷺ کا پیشاب پی لیا کرتے تھے۔

(ماهنامه منهاج القرآن ، فروری 2007ء ص:۳۸-۳۹)

قادری صاحب کے فاسد افکار ونظریات میں سے ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ وہ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اولیاء ایسی کرامات یا خارقِ عادت غیر معمولی امور پر قادر ہوتے ہیں جنہیں عام لوگ نہیں کر سکتے ،انہیں ہزاروں میل دور اشیاء کا کشف ہو جاتا ہے، ہزاروں میل دور سے وہ لشکر کی کمان کر سکتے ہیں، جیسا کہ ان کی کتاب استغاثہ اور اس کی شرعی حیثیت کے صفحہ ۹۵، ۹۶ میں صاف لکھا ہوا ہے

ان کا ایک فاسد نظریہ یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کو جب معراج کرائی گئی تو معراج سے پہلے جب آپ زمین پر تھے تو آپ ﷺ نے بشریت کا لباس پہنا ہوا تھا اور جب آسمان پر گئے تو بشریت کا لباس اتار پھینکا تھا اور نورانیت کا لباس پہن لیا تھا اور جب آسمانوں سے اوپر عرشِ معلّٰی پر پہنچے تو نورانیت کا لباس بھی اتار پھینکا تھا اور جب اللہ تعالیٰ کے پاس اندر گئے تو پھر کیا ہوا کہ دونوں یعنی اللہ اور رسول اللہ ﷺ ایک ہو گئے۔ پھر یہ الفاظ بولے

ہیک اے ہیک اے جیہڑا ہیک نوں دو کر جانے او کافر تے مشرک اے

۔ان کا یہ نظریہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بول (پیشاب) وبراز (پاخانہ) طاھر (پاک) ومطھّر (پاک کرنے والا) تھا۔

قادری صاحب کا ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھوڑے کی رکاب میں قدم رکھتے اور دوسرے رکاب پر پیر رکھنے سے پہلے پہلے سارا قرآنِ کریم تلاوت کر لیا کرتے تھے۔(حُبِّ علی ، ص:۲۸)

ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنی اللہ داد علمی استطاعت کے مطابق عام لوگوں کی

راہنمائی کی خاطر کتاب وسنت کی رشنی میں اور عقلی دلائل نیز انہیں کے بعض مسلمہ اولیاء کے اقوال کے ساتھ قادری صاحب کے بعض مغالطّوں سے پردہ اٹھایا ہے اوران کے غلط اور فاسد نظریات کی پُرزور تردید کی ہے اوراس سلسلے میں توحید اور شرک کو اس طرح آسان طریقے سے واضح کر کے پیش کیا ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف ظاہر ہوجائے تا کہ پڑھنے والے لوگ شرک و بدعت کے اندھیروں سے نکل کر کتاب وسنت والے صحیح روشن راستے کی طرف پلٹ آئیں۔ جو شخص بھی ہمارے اس مضمون کو انصاف کی نظر اور صراطِ مستقیم پر چلنے اور توحید کی شاہراہ اختیار کرنے کی نیت سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اسے راہِ راست پر چلا دے گا، اسے کتاب وسنت کے روشن دلائل کے ذریعے توحید کی روشنی کی خوشبودار چاشنی کا مزہ چکھا دے گا اور شرک کی کڑواہٹ اور بدبو اس کے دل ودماغ سے نکال دے گا (ان شاءاللہ تعالیٰ)۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب وسنت والے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

الفرقان حدیث نیٹ ورک ڈیلی میسج سروس

رومن انگلش حدیث میسج میں فوری شمولیت کے لیے اپنے موبائل سے میسج میں

FOLLOW لکھ کر 8001 پر سینڈ کریں۔

ہیلپ لائن نمبر: 0305-6080250

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل وأحکام

تحریر.....محمد عظیم حاصل پوری

ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں کی فضیلت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ))

''کوئی عمل ان دس دنوں کے عمل سے افضل اور محبوب نہیں''

صحابہ نے عرض کیا کہ: جہاد بھی نہیں.....؟ آپ نے جواب دیا کہ: جہاد بھی نہیں ہاں، مگر وہ آدمی جو اپنا مال اور جان لے کر اللہ کے راستے میں نکلا اور سب کچھ لٹا دیا۔

جامع ترمذی، أبواب الصوم، باب ما جاء فی العمل فی الأیام العشر (۷۵۷)

ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں روزہ رکھنا

روزہ نیک اعمال میں سے ایک نیک عمل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عشرہ میں نیک عمل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ کے نویں تاریخ، یوم عاشورا اور ہر مہینے تین دن اور ہر ماہ کے سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

صحیح سنن النسائی (۲۲۳۶)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی شخص نے ان سے کہا

((يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَؤُونَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا))

''اے امیر المومنین! تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو اگر ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اسکے یوم نزول کو عید بنا لیتے''

انہوں نے دریافت کیا: أَيُّ آيَةٍ؟

کون سی آیت...؟اس نے کہا۔

((اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا))

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ))

''جس دن اور جس جگہ نبی کریم ﷺ پر وہ (آیت) نازل ہوئی ہم اس سے آگاہ ہیں۔ جمعہ کا دن تھا اور آپ ﷺ عرفات میں کھڑے تھے''

صحيح بخاري، الايمان، باب زيادة الايمان ونقصانه(٤٥)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ ؟ فَقَالَ((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ))

''رسول اللہ ﷺ سے یوم عرفہ (نو ذوالحجہ) کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہ دور کر دیتا ہے''

صحيح مسلم، الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة . . . .(١٩٧)(١١٦٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عرفہ کے سوا کوئی اور دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ اس کثرت سے بندوں کو (جہنم کی) آگ سے آزاد کرتا ہو۔ اس روز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بہت قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے ان (حاجیوں) کی وجہ سے فخر کرتا اور فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ (یعنی اپنی دنیاوی ضروریات کے باوجود مجھ سے صرف اپنی بخشش کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔'' (صحیح مسلم :١٣٤٨)

یوم عرفہ قبولیت دعا کا دن ہے۔اس کی بہترین دعا جو نبی کریم ﷺ نے مانگی وہ یہ ہے، اسے کثرت سے پڑھیں۔

((لَاإِلَـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٍ))

''اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کے لیے بادشاہی اور اسی کے لیے سب تعریفات ہیں اور وہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے''

(الترمذی :۳۵۸۵)

عشرہ ذی الحجہ میں تکبیرات کہنا

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ﴾ (الحج:۲۸)

''وہ لوگ معلوم دنوں میں اللہ کا ذکر کریں۔''

اس عشرہ کے شروع ہونے سے لے کر ایام تشریق (۱۱،۱۲،۱۳) کے آخری دن کے غروب آفتاب تک حاجیوں اور غیر حاجیوں کو اللہ کا ذکر ہر وقت کرتے رہنا چاہیے۔صحابہ کرام ان دس دنوں میں تکبیر کہتے ہوئے بازار نکلتے اور عام لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہنا شروع کر دیتے۔

فتح الباری (۲/ ۵۳۱)

تکبیرات کے الفاظ

۱۔أَللّٰهُ أَكْبَرُ ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ ، لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ، اللّٰهُ أَكْبَر ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

۲۔أَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ وَأَجَلُّ ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

المصنف ، الصلوات(۲/ ۱۶۷ ، ۱۶۸)صحیح

قربانی کرنے والا بال اور ناخن نہ کاٹے

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحَجَّةِ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ))

''جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔''

صحيح مسلم، الأضاحي، باب نهي من دخل عليه عشر ذي الحجة . . . . . (١٩٧٧)

البتہ جس کی قربانی نہیں اس پر ایسی کوئی پابندی نہیں لیکن اگر وہ قربانی کے دن کاٹے تو اسے قربانی کا ثواب مل جائے گا، جیسا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ: میرے پاس ایک لوری (دودھ دینے والا جانور) کے سوا قربانی کا کوئی جانور نہیں ہے، کیا میں اسکی قربانی دے لوں.؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''نہیں! لیکن (اس دن) تم اپنے بال اور ناخن تراش لینا اور اپنی مونچھیں کاٹنا اور شرمگاہ کے بال مونڈ دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ تیری قربانی ہو جائے گی۔''

ابو داؤد، الضحايا، باب ماجآء في ايجاب الأضاحي (٢٧٨٩) وابن حبان (١٠٤٣) حسن لشواهده

فائدہ:

١.....جو قربانی کرنے والا ہو وہ قربانی ذبح کر کے اپنے بال اور ناخن کٹوائے۔

٢.....اور جو قربانی نہ کرے اور ثواب کے حصول کے لیے نماز عید کے بعد بال اور ناخن کاٹ سکتا ہے۔

٣.....عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت کے حصول کی خاطر کچھ لوگ صرف ان دنوں میں اپنی عملی زندگی بہتر بنا لیتے ہیں مگر جانوروں کی قربانی کے ساتھ ہی سنت انبیاء اور فطرت انسانی (ڈاڑھی) کو بھی دنیا کی خاطر قربان کر دیتے ہیں۔ یہ ڈاڑھی مونڈھنا کبیرہ گناہ ہے۔ اس سے سچی اور پکی توبہ کرنی چاہیے۔

قربانی کے مسائل

تحریر .....مجیب الرحمٰن سیاف

قربانی کی فرضیت

ہر صاحب استطاعت کے لیے قربانی کرنا ضروری ہے۔

﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ﴾ (الحج:٣٤)

''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کی جگہ مقرر کی تا کہ جو مویشی (جانور) اللہ نے ان کو دیئے ہیں ان پر اللہ کا نام ذکر کریں (یعنی اللہ کے نام پر ذبح کریں)۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا))

''جس کے پاس قربانی کرنے کی استطاعت ہو اور پھر بھی وہ قربانی نہیں کرتا تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہی نہ آئے۔''

سنن الدارقطني ، الأشربة وغيرها ، باب الصيد والذبائح . .(٤١٦٩)

کن کن جانوروں کی قربانی کرنا جائز ہے؟

باجماع مسلمین ٨ ہیں: بکرا، بکری، بھیڑ (نر اور مادہ) اونٹ (نر اور مادہ) اور گائے، بیل؛ کیونکہ اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے :

((وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (الحج:٣٤)

''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کی جگہ مقرر کی تا کہ جو مویشی جانور اللہ نے ان کو دیئے ہیں ان پر اللہ کا نام ذکر کریں۔''

اس آیت میں قربانی کے جانور بھیمۃ الانعام مقرر کیے گئے ہیں۔

کن کن جانوروں کی قربانی کرنا ناجائز ہے۔؟

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کرکے فرمایا: قربانی میں چار قسم کے جانور جائز نہیں:

۱.....کانا (بھینگا) جانور، جس کا کانا پن واضح ہو۔

۲.....بیمار، جس کی بیماری واضح ہو۔

۳.....لنگڑا، جس کا لنگڑا پن واضح ہو۔

۴.....نہایت لاغر جانور، جس کے اندر گودا نہ ہو۔

سنن ابو داؤد، الضحايا باب ما يكره من الضحايا(٢٨٠٢)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ:

''ہم (جانور) کی آنکھیں اور کان اچھی طرح دیکھیں''

سنن أبی داود، الضحايا، باب ما يكره من الضحايا (٢٨٠٤)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے کان کٹے اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔''

الترمذی، الأضاحی ، باب فی الضحية بعضباء القرن والأذن(١٥٠٤)

وہ جانور جس کا کان آدھا یا آدھے سے زیادہ کٹا ہوا ہو۔ ارواء الغليل(٤/ ٣٦١)

خارش زدہ جانور اور دوسرا وہ جس کا تھن کٹا ہوا ہو۔ مجمع الزوائد (٤/ ١٩)

یہ چند عیوب ہیں جن کی بناء پر جانور قربانی کے لیے ذبح نہیں کیا جاسکتا۔ اور جب یہ عیوب مزید بڑھ جائیں مثلاً جانور مکمل اندھا ہو جائے یا لولا ہو یا چلنے پھرنے سے عاجز ہو تو ان صورتوں میں بطریق اولیٰ قربانی جائز نہیں ہے۔

خصی اور غیر خصی جانور کی قربانی

خصی اور غیر خصی دونوں طرح کے جانوروں کی قربانی کرنا درست اور سنت سے ثابت ہے۔

خصی جانور کی قربانی کی دلیل' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ کے پاس دو سینگوں والے، چت کرے، بڑے بڑے خصی مینڈھے لائے گئے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے ایک کو پچھاڑا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نام سے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، محمد اور ان کی امت کی طرف سے جنہوں نے تیری توحید کی گواہی دی اور میرے پیغام کو پہنچانے کی گواہی دی۔''

مجمع الزوائد (٤/ ٢٧) (٥٩٦٩) حسن

لہذا جانور کا خصی ہونا عیب نہیں لہذا خصی جانور کی قربانی جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دو خصی مینڈھے ذبح کیے قربانی کیلئے۔ سنن ابن ماجة (٣١٢٢)

غیر خصی جانور کی قربانی کرنے کی دلیل' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ سینگوں والے، غیر خصی مینڈھے کی قربانی کیا کرتے تھے۔ اور اس کی آنکھیں، منہ اور ہاتھ پاؤں سیاہ ہوتے تھے۔''

ابوداؤد، الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا (٢٧٩٣) صحيح

قربانی کے جانور کی عمر کتنی ہو۔؟

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنْ الضَّأْنِ))

''تم صرف اور صرف مُسِنَّة ہی ذبح کرو لیکن اگر تمھیں دشواری پیش آئے تو ضان (بھیڑ، چھترا، دنبہ) جَذَعَة (ایک سالہ) ذبح کرلو۔''

صحيح مسلم ، الأضاحي ، باب سن الأضحية (١٩٦٣)

لہٰذا اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ قربانی مُسِنَّة جانور ہی کی کرنی چاہیے اور اگر دشواری ہو تو پھر بھیڑ کی جنس سے جَذَعَة کرنے کی اجازت ہے۔

مُسِنَّة کیا ہے۔؟ جب جانور کے دودھ کے دانت دوسرے نئے دانت نکلنے کی وجہ سے گر جائیں تو وہ

مُسِنَّة کہلاتا ہے۔ المصباح المنیر (۱/ ۲۹۲)، لسان العرب (۱۳/ ۲۲۲)

نیز اہل علم کا کہنا ہے کہ مُسِنَّہ وہ دانتا یا دو دانتا سے اوپر بولا جاتا ہے، تمام جانوروں میں خواہ وہ اونٹ ہوگائے ہو یا بکری۔ نیل الأوطار (۵/ ۲۰۱، ۲۰۲)

جَذَعَة کیا ہے۔؟ بھیڑ کے دو دانت سے کم عمر والے جس بچے (جذع) کو بطور قربانی ذبح کرنے کی رخصت ہے اس کی عمر کتنی ہوگی اس بارے میں مختلف آراء میں بعض علماء نے ایک سال مدت بتائی ہے، بعض چھ ماہ، بعض نے سات ماہ اور بعض نے ان سے مختلف دیگر آراء پیش کی ہیں۔

بھیڑ کی جنس (دنبہ، بھیڑ، چھترا) صحیح ترین قول کے مطابق جب ایک سال مکمل کر لے تو جَذَعَة کہلاتی ہے۔ لسان العرب (۸/ ٤٤)، القاموس المحیط (۱/ ۹۱۵)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جذع کی عمر کے بارے میں سب سے زیادہ درست بات یہ ہے کہ اس کی عمر ایک سال پوری ہو چکی ہو۔'' المجموع (۸/ ۲۹۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک سال عمر کی ترجیح دی ہے۔ فتح الباری (۱۰/ ۵)

قربانی کے جانور میں شرکت

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ والے سال اونٹ اور گائے کی سات سات آدمیوں کی طرف سے قربانی دی۔'' صحیح مسلم ، الحج(۱۳۱۸)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ عید الاضحی کا دن آ گیا تو ہم سات سات افراد گائے کی قربانی میں اور اونٹ کی قربانی میں دس دس افراد شریک ہوئے۔

سنن ترمذی ، الحج ، باب ما جاء فی الاشتراك فی البدنة والبقرة(۹۰۵)

سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

مجھے میرے گھر والوں نے غلط روی پر ابھارنے کی کوشش کی جبکہ مجھے سنت کا علم ہو چکا تھا کہ ایک گھرانے والے ایک یا دو بکریاں ذبح کرتے تھے، کہ (اگر اب ہم ایسا ہی کریں گے تو) ہمارے پڑوسی ہمیں کنجوسی کا طعنہ دیں گے۔ سنن ابن ماجه ، الأضاحی ، (۳۱٤۸)

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سارے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرتے تھے۔'' مستدرك حاكم (٤/ ٢٢٩) صحيح

سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ خود بھی اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک ہی بکری قربانی دیتے تھے۔

صحيح بخاری، الأحكام، باب بيعة الصغير (٧٢١٠)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ: ا۔ گائے اور اونٹ میں سات سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ ۲۔ اونٹ میں دس افراد بھی چاہیں تو شرکت کر سکتے ہیں۔ ۳۔ ایک یا دو بکریاں تمام گھر والوں کی طرف سے بھی کفایت کر جاتی ہیں۔ ۴۔ وسعت ہو تو خلوص کے ساتھ کئی قربانیاں ایک آدمی بھی کر سکتا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر سو قربانیاں کی تھیں۔

قربانیاں کی تھیں۔ (مسلم: ١٢١٨)

ذبح کے چند مسائل

ا..... قربانی کا جانور خود ذبح کرنا افضل ہے۔ صحيح مسلم (١٢١٨)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے سات اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور مدینہ میں دو عدد سینگوں والے مینڈھے ذبح کیے۔'' سنن أبی داود، الضحايا، (٢٧٩٣)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو (١٠٠) قربانیاں دیں۔ جن میں سے تریسٹھ قربانیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے ذبح کیں اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کا حکم دیا کہ میری طرف سے ان کو ذبح کرو۔ مسلم، الحج (١٢١٨)

۲..... مسلمان عورت اگر اچھی طرح ذبح کرنا جانتی ہے تو وہ بھی خود اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کر سکتی ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ: ''ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی قربانیاں خود ذبح کریں۔'' صحيح البخاری، الذبائح والصيد (٥٥٠٤)

۳..... قربانی کا جانور قصاب وغیرہ سے ذبح کرواتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ذبح کرنے والا نماز کا پابند ہو۔ بے نمازی کا اور بے دین (کمیونسٹ) مشرک، بدعتی وغیرہ کا نہ حصہ ساتھ

رکھیں اور نہ اس سے ذبح کرائیں۔

۴.....اگر قصاب سے قربانی کرائی جائے تو قصاب کو اجرت اس قربانی سے نہ دی جائے۔

صحیح البخاری (۱۷۱۶)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں آپ کے قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کروں اور ان کا گوشت اور کھالیں سب تقسیم کردوں اور (قصاب کو) اس کی مزدوری اس (گوشت یا کھال) کی صورت میں نہ دوں۔ بخاری، الحج، (۱۷۱۷)

۵.....جانور قربانی کرنے سے پہلے چھری کو خوب اچھی طرح تیز کر لینا چاہیے تاکہ جانور آسانی سے ذبح ہو جائے اور اسے زیادہ تکلیف نہ ہو۔ صحیح مسلم (۱۹۵۵)

نیز ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کیا جائے نہ اس کے سامنے چھری کو تیز کیا جائے۔

۶.....جانور کو قبلہ رخ لٹائیں اور یہ دعا پڑھ کر ذبح کریں: ((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ))

صحیح البخاری (۵۵۶۵)۔ وصحیح مسلم (۱۹۶۶)

۷.....عام طور پر قصاب حضرات فوراً گردن کاٹ کر اور منکا توڑ کر جانور کا پورا خون نکلنے سے پہلے ہی اسے کاٹ دیتے ہیں، جس سے شرعی ذبیحہ کے مطابق جانور کے گوشت کو پاک کرنے کے حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ اس کا اثر، قربانی کی حلت وحرمت تک جا پہنچتا ہے۔

قربانی کے گوشت کی تقسیم: فرمان الٰہی ہے:

''معلوم دنوں میں جو چوپائے ہم نے دیئے ہیں ان پر اللہ کا نام ذکر کریں اور خود بھی کھاؤ اور تنگ دست وسوالی کو بھی کھلاؤ۔'' (الحج:۲۸)

مزید فرمایا: فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (الحج:۳۶)

''خود بھی کھاؤ اور مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کو بھی دو۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے تمہیں مفلوک الحال لوگوں کے آنے کی بنا پر (قربانی کے گوشت کو تین دن سے

زیادہ ذخیرہ کرنے سے) روکا تھا پس تم اب کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔''

مسلم، الأضاحی، باب بیان ما کان من النهی..... (۱۹۷۱)

ایک دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو''

بخاری، الأضاحی، باب ما یؤکل من الحوم الأضاحی (۵۵۶۹)

معلوم ہوا کہ اگر گردونواح میں فقراء اور مساکین کثیر ہوں تو ذخیرہ اندوزی سے احتراز ہی بہتر ہے البتہ رخصت اپنی جگہ قائم ہے۔

نیز مذکورہ بالا ادلہ سے معلوم ہوا کہ قربانی کا گوشت بندہ خود بھی کھائے، دوست، احباب کو تحفہ بھی دے اور صدقہ بھی کرے۔ یہ تینوں کام کرے لیکن حصوں کی تحدید و تعین کتاب وسنت میں وارد نہیں ہوئی لہٰذا جو تناسب سمجھتا ہو، رکھے، اللہ نے آزادی دی ہے۔

قربانی کی کھالوں کا مصرف

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نبی کریم ﷺ نے مجھ کو حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کے قربانی کے اونٹوں پر (بطور نگران) کھڑا ہوں اور حکم دیا کہ ان کا گوشت اور کھالیں اور جُل مساکین میں صدقہ کردوں اور اس (گوشت، کھالوں اور جُل) میں سے کچھ بھی اس کی اجرت کے طور پر نہ دوں''

صحیح البخاری، الحج، باب یتصدق (۱۷۱۷)

اس حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کھالیں صدقہ ہیں اور صدقہ کے مصارف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں:

''صدقات (زکوٰۃ، عشر...) فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے، اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنا مقصود ہو اور گردن چھڑانے میں، قرض داروں کے لیے، اور اللہ کی راہ (جہاد فی سبیل اللہ) میں اور مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے۔'' (التوبة: ۶۰)

تحصیل علم کے لیے راہنما اصول

حافظ زبیر بن خالد بشیر مرجالوی

شکر ہے اس خالق کائنات کا کہ جس نے اپنے بندوں کے ذریعے سے ہم تک علم پہنچایا، ہمارے اسلاف نے کس طرح مصائب وآلام کا سامنا کیا لیکن حصول علم کے شوق میں کمی نہ آنے دی، دنیا اور اہل دنیا کی ہر طرح کی ترغیب وتحریص کا استقامت سے مقابلہ کیا لیکن طلب علم کو ہمیشہ بیدار رکھا، اس کے نتیجے میں انہوں نے تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء الرجال، منطق، فلسفہ، طب اور علم فلکیات وغیرہ میں نمایاں مہارت حاصل کر کے اس کی اشاعت کی ذمہ داری نبھائی، لیکن آج بڑے بڑے ادارے اور مدارس بے پناہ وسائل کے باوجود ایسی خدمات بجالانے سے قاصر ہیں۔

معزز قارئین کرام آیئے! مختصراً معلوم کیجئے کہ کن اوصاف کی بنا پر انہوں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں:

① اساتذہ کا احترام:

محدث سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد محترم کی نصیحت تھی کہ اپنے اساتذہ کی خدمت واطاعت کو واجب سمجھو، اسی لیے میں اساتذہ کی خدمت میں مشہور تھا، میرے والد کا مقولہ تھا: ''علماء واساتذہ سے وہی فیض اٹھائے گا جو ان کی خدمت کرے گا''۔

[تهذيب الاسماء، جلد اول ص:٢٢٥]

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جو فن حدیث میں مدوّن اوّل ہیں، وہ اپنے استاذ کی بے پناہ خدمت کرتے تھے، درس حدیث سے قبل روزانہ اپنے استاذ کے باغ کو سینچتے اور کنویں سے ڈول بھر بھر کر پانی نکالتے۔ [تذكرة الحفاظ]

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ احترام اساتذہ میں بے نظیر تھے، فرماتے ہیں: میری عمر گزر گئی لیکن اس مدت میں میری کوئی ایسی نماز نہیں جس میں میں نے والدین کے ساتھ اساتذہ کے لیے دعا نہ کی ہو۔

[تهذیب الاسماء جلدثانی ص:۲۱۸]

خلیفہ مامون رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے امام فراء نحوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تعلیم پاتے تھے، ایک بار فراء رحمۃ اللہ علیہ کسی کام کے لیے مسند تدریس سے اٹھے دونوں بیٹے دوڑے کہ جوتی سیدھی کر کے رکھیں، چونکہ دونوں اکٹھے پہنچے تھے، جوتا رکھنے میں جھگڑا ہو گیا، مشاورت سے دونوں نے ایک ایک جوتا سامنے رکھ دیا، اس واقعہ کی جب خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے فراء کو بڑی شان سے طلب کیا اور کہا کہ آج سب سے معزز کون ہے؟ فراء نے کہا: ''امیر المومنین'' خلیفہ نے کہا سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جس کا جوتا امیر المومنین کے دو بیٹے رکھنے کے لیے جھگڑا کریں۔

[المامون، اور سخاوی نے «فتح المغیث» میں مفصل نقل کیاھے]

② ذوق علم ومطالعہ:

امام شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ان کے شاگرد ہیں، امام موصوف کے مطالعہ کا یہ حال تھا کہ جب مطالعہ کے لیے بیٹھتے تو اتنے مصروف ہو جاتے کہ ان کو کسی چیز کی خبر نہ ہوتی، ایک دن ان کی بیوی نے ان سے کہہ دیا: اللہ کی قسم! آپ کی یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے بھاری ہیں۔

[ابن الخلکان جلد اول ص ۹۰۷]

احمدبن محمدابن الرفعہ رحمۃ اللہ علیہ (المولود:٦٤٥ھ) کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ھیں:

«وَكَانَ قد ندب لمناظرة ابْن تَيْمِية فَسئلَ ابْن تَيْمِية عَنهُ بعد ذَلِك فَقَالَ رَأَيْت شَيخنَا تتقاطر فروع الشَّافِعِيَّة من لحيته وَأثْنى عَلَيْهِ ابْن دَقِيق الْعِيد.....وَكَانَ كثير الصَّدَقَة مكباً على الِاشْتِغَال حَتَّى عرض لَهُ وجع المفاصل بِحَيْثُ كَانَ الثَّوْب إِذا لمس جِسْمه آلمه وَمَعَ ذَلِك مَعَه كتاب ينظر إِلَيْهِ وَرُبمَا انكب على وَجهه وَهُوَ يطالع».

[الدرر الكامنة لأعيان المائة الثامنة لابن حجر ١/ ٣٣٧-٣٣٩]

''اورانہوں نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کومناظرہ کا چیلنج کیا تھا،ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے بعدمیں اس کے بارے دریافت کیا گیا توانہوں نے فرمایا:میں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا،شافعیہ کے مسائل ان کی داڑھی سے ٹپکتے تھے۔اورابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی تعریف کی ہے.....وہ صدقہ بہت زیادہ کرتے تھے اورمطالعہ پر جھکے رہتے؛حتٰی کہ انہیں وجع المفاصل (کی بیماری) لاحق ہوگئی تھی،کہ کپڑا ابھی ان کی جسم کولگ جاتا تو تکلیف دیتا تھا،لیکن اس کے باوجودان کے پاس کتاب ہوتی جسے پڑھتے رہتے ،اورکبھی مطالعہ کرتے چہرے کے بل گرجاتے تھے''۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا علمائے اسلام میں جورتبہ ہے وہ اسی سے ظاہر ہے کہ سینکڑوں برس گزرنے پر بھی درس گاہوں کے درودیوار سے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی صدا آرہی ہے یہ وہی امام ہیں جن کو کھانے کے وقت علمی شغل وکتب کے مطالعہ کا موقع فوت ہونے پر انتہائی افسوس ہوتا۔

[عیون الابناجلددوم ص:٢٣]

مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مولانا عبدالشکور نے بیان کیا ہے کہ مولانا دوران سفر اپنے پاس ایک تھیلا رکھتے جس میں کتابیں ہوتیں جونہی موقع ملتا مطالعہ میں فتح بن قاخان کی طرح مصروف ہوجاتے۔[اطیب المنح مترجم ص:١١٢]

③ تحصیل علم کے لئے سفر:

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''تقدمۃ الجرح والتعدیل''میں اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا کہ:میں طلب حدیث میں سب سے پہلے نکلا تو سفر کرتے کرتے سات سال کا عرصہ گزر گیا تھا میں نے اپنے پاؤں سے جومسافت طے کی وہ ہزار فرسخ (پانچ ہزار کلومیٹر) سے زیادہ ہے میں ہزار فرسخ (پانچ ہزار کلومیٹر) تک تو گنتا رہا لیکن جب مسافت اس سے بھی بڑھ گئی تو پھر گننا چھوڑ دیا۔[الجرح والتعدیل، ١/ ٣٥٨:السیبر ١٣/ ٢٥٥]

④ ذوق حفظ وضبط:

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ بعض خلفاء نے امام ابن شہاب زہری کو بلوا کر چار سو حدیثیں لکھوائیں، ایک مدت کے بعد خلیفہ نے پھر امام زہری کو بلوایا کہ وہ رسالہ گم ہو گیا ہے پھر سے لکھوا دیجئے تو امام صاحب نے لکھوا دیا جب اول رسالہ سے اس کا مقابلہ کیا تو ایک حرف تک کی کمی بیشی نہ تھی۔ [ترجمہ زھری فی تھذیب التھذیب وتذکرۃ الحفاظ جلد اول]

امام احمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ تیس برس کی عمر میں بھی عبارت کا یہ عالم تھا کہ چار سو سطر روزانہ از بر کر لیتے تھے۔ [الدرر الکامنہ جلد اول ص:۱۱۸]

امام بیکندی رحمۃ اللہ علیہ محدث بخارا ہیں، فرماتے ہیں کہ جب میرے حلقہ درس میں امام بخاری آجاتے ہیں تو مجھ پر عالم تحیر طاری ہو جاتا ہے۔ ایک دن ان کی خدمت میں سلیم بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ اگر آپ ذرا پہلے آجاتے تو ایک ایسا ہونہار نوجوان دیکھتے جسے ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں، سلیم بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ حیران ہوئے اور ملاقات کے اشتیاق میں نکلے، ملاقات ہوئی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے ستر ہزار نہیں اس سے بھی زیادہ یاد ہیں۔ بلکہ سلسلہ سند اور حالات رجال سے جیسا بھی سوال کرو گے جواب دوں گا، حتی کہ اقوال صحابہ وتابعین کے بارے میں بھی بتلا سکتا ہوں کہ وہ کن کن آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے ماخوذ ہیں۔ [مقدمہ فتح الباری]

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آتا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے شیخ سے چند احادیث سن کر قلم بند کر لیں، کچھ دنوں بعد پھر ملاقات ہوئی آپ نے شیخ سے دوبارہ سماع حدیث کی درخواست کی، شیخ نے سنانا شروع کیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ایک سادہ بیاض تھی، شیخ کو شبہ ہوا کہ اس پر احادیث لکھی ہوئی ہیں اور ترمذی امتحاناً ایسے کر رہے ہیں، شیخ کو یہ بات ناگوار گزری، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے کہا کہ مجھے آپ کی تمام احادیث حفظ ہیں اور اسی وقت آپ نے تمام احادیث سنا دیں۔ شیخ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے آنے سے پہلے ان کو حفظ کیا تھا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر آپ کو شبہ ہو تو دوسری احادیث سنا کر امتحان لیجئے، شیخ نے امتحاناً چالیس غریب احادیث

اور سنائیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک ہی مرتبہ سن کر اسی وقت چالیس کی چالیس احادیث دہرادیں، یہ غیر معمولی حافظہ دیکھ کر شیخ کو آپ کی ذہانت کا اعتراف کرنا پڑا۔

[بستان المحدثین ص ۱۲۱]

کسی امام کے متعلق ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کے حفظ وضبط کا کمال یہ تھا کہ اشعار وحکایات سننے کے ساتھ ہی اس کے کل حروف واعداد بتلا دیتے تھے اور کبھی بھی یہ شمار غلط نہ نکلا تھا۔

[الدرر الکامنہ جلد اول ص ۱۹۵]

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ یا خلیفہ مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک بار ان سے ایک عورت نے صرف اتنا کہا ''کہ میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر انتقال کر گیا ہے، لوگ مجھے صرف ایک ہی دینار کا وارث بناتے ہیں''۔ آپ نے ذکور واناث کی تعداد معلوم کیے بغیر خود ہی فرمایا کہ متوفی کی دو بیٹیاں ہوں گی، چار سو دینار ان کے ہوں گے، ماں کو سو دینار ملیں گے، بیوی کو پچھتر دینار ملیں گے، بارہ بھائی ہوں گے چوبیس دینار ان کو ملیں گے، باقی ایک بچا وہ تیرا ہے۔ [المامون ص ۱۷٤ ،طبع دوم]

محدث العصر، حافظ الحدیث، بحر العلوم، جامع المنقول والمعقول محدث محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت غیر معمولی حافظے کے مالک تھے، خود فرماتے ہیں کہ تفسیر بیضاوی کا میں خود ہی مطالعہ کر کے اپنے استاد عبد الرزاق کو سنا دیتا ہوں اور جلالین کے بارے میں فرماتے ہیں اس کو تو میں نے خود ہی پڑھ لیا تھا اس کے لیے استاذ کی کیا ضرورت ہے۔ مولانا عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ جب میں نے سنا کہ یہ کوئی اخبار پڑھتے ہیں تو فوراً انہیں ازبر ہو جاتا ہے، چنانچہ میں ان کے مطب پر حاضر ہوا تو اس خبر کے متعلق عرض کیا، فرمانے لگے کیا امتحان لینا چاہتے ہو؟ میں نے کہا اطمینان قلب کے لیے حاظر ہوا ہوں، فرمانے لگے اخبار لاؤ میں اخبار لایا، آپ نے ایک مرتبہ ایک صفحہ پڑھا اور فوراً مجھے سنا دیا۔

[تذکرہ محمد محدث گوندلوی ص: ۱۲۰]

⑤ تنگ دستی اور طالب علمی:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علم کا مزہ اس کو آتا ہے جس نے تنگ دستی سے زمانہ بسر کیا ہو، فرماتے ہیں زمانہ طالب علمی میں میری حالت یہ تھی کہ مجھے ضروری نوٹ لکھنے کے لئے کاغذ بمشکل دستیاب ہوا

کرتا تھا۔ [تهذيب الاسماء للنوی جلد اول ص:٤٦]

حجاج بن شاعر رحمۃ اللہ علیہ جو خلیفہ مامون کے دور میں ترجمہ کے کام پر مامور تھے اپنے طالب علمی ایام کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ سو دن تک متواتر ایک روٹی دجلہ کے پانی سے بھگولاتا اور پیٹ بھرتا۔[تذكرة الحفاظ جلد دوم ص:١١٨]

علامہ ابو حامد الاسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور مناظر تھے، ان کی ابتدائی تعلیم نہایت فاقہ سے گزری ہے ،ایک شخص کے گھر کی پاسبانی کرتے اور بدلے میں جو تیل ملتا اس کو جلا کر مطالعہ کرتے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سات سو فقیہ ان کی مجلس درس میں سبق پڑھنے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

[الفاكة والمفلوكون ص ٦٤]

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے سوال کیا جناب! آپ کو بے شمار معلومات کیسے حاصل ہوئیں؟ فرمانے لگے: ''تیس برس تک میری کمر نے بورے کے سوا کسی بستر کا لطف نہیں اٹھایا''۔

[تذكرة الحفاظ جلد٣ ص:١٢٨]

امام حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنا قصہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں زمانہ طالب علمی میں چودہ برس بصرہ میں رہا، ایک مرتبہ تنگ دستی کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ کپڑے تک بیچ دیے، جب کپڑے بھی نہ رہے تو ایک رفیق سے ذکر کیا، اس نے مجھے نصف اشرفی دے دی۔ مزید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم چند طالب علم ایک سفر پر تھے، پیدل چلتے تھے جب توشہ ختم ہو چکا اور بے آب و دانہ تین دن تک چلتے رہے، ہم میں ایک زیادہ عمر رسیدہ تھے، وہ برداشت نہ کر سکے اور غش کھا کر گر پڑے، ہم لوگ اسے حرکت دینے لگے تو دیکھا کہ وہ بالکل بے حواس ہو چکے تھے، ہم ان کو چھوڑ کر ایک ہی میل تک گئے کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میرا ساتھی مجھے چھوڑ کر آگے گیا، اس نے آگے بڑھ کر ایک کشتی بان کو اشارہ سے بلایا، اس نے آ کر اس کو پانی پلایا اور کہا کہ میرے دو ساتھی اور بے ہوش پڑے ہیں، انکی خبر لو۔ چنانچہ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا، جب ایک آدمی مجھ پر پانی چھڑک رہا تھا اس وقت مجھے افاقہ ہوا اور میں نے تھوڑا سا پانی پیا، اس کے بعد اسی طرح شیخ کو ہوش میں لایا گیا۔

[تذكرة الحفاظ جلد٢ ص:٤٧]

ابوالفضل والمکارم ثناءاللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے رتبہ جلیلہ سے شاید ہی کوئی ناواقف ہو، اپنا حال خود ہی بیان فرماتے ہیں کہ حالت یتیمی میں رفوگر کی اجرت سے خرچ چلتا تھا[انوار توحید سوانح ثنائیہ ص ۳۹] فرماتے ہیں کہ جب میاں صاحب کی خدمت میں تعلیم کے لیے حاضر ہوا تو اسٹیشن پر ایک جوتی گم ہوگئی، صرف ایک جوتی کو بیکار سمجھ کر پھینکنے کا خیال ہوا لیکن کہنے پر اسے پہن لیا اور طویل عرصہ تک اسے پہنتا رہا، دوسرے پاؤں کے لیے جوتی کا بندوبست نہ ہوسکا۔

[محدث ماہ جنوری ۳۹ء ص ٤]

اے علم دین کے طالب! اسلاف کی محنتوں کو یاد رکھنا اور ان کے لئے اللہ کے حضور دعا کرتے رہنا اور حتی الامکان کوشش کرنا کہ انہیں کی طرح علم حاصل کیا جائے اور اگر کامیابی چاہتے ہو تو کتاب وسنت کے ساتھ ساتھ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنا ہوگا اور اپنے اندر علمائے دین کی خصوصیات پیدا کرنی ہوں گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو یاد رہے کہ علماء کی شان تم میں کبھی بھی پیدا نہ ہوگی۔

نماز جنازہ میں صفوں کی کوئی قید نہیں

بعض لوگ اس مسئلہ میں بلاضرورت سختی سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صفیں طاق ہونی چاہییں یا تین سے زائد ہونی چاہییں لیکن اسلام نے ایسی کوئی قید اور پابندی نہیں لگائی بلکہ حسب ضرورت کم یا زیادہ صفیں بنائی جاسکتی ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ ہم نے ایک جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پڑھا ((وَنَحْنُ صُفُوْفٌ)) ''ہماری کئی صفیں تھیں۔'' بخاری، الجنائز (۱۳۲۰)

اور ایک روایت میں ہے: ((فَقُمْنَا فَصَفَّنَا صَفَّيْنِ))

''پھر ہم کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری دو صفیں بنائیں'' مسلم، الجنائز (۹۵۲)

اور جو لوگ طاق صفیں اور تین سے زیادہ کی پابندی عائد کرتے ہیں ان کے پاس کوئی مرفوع صحیح روایت دلیل نہیں ہے۔ [مراسلہ: اشعر غسان (متعلم جامعہ ھذا)]

بالوں کو سیاہ خضاب لگانے کی شرعی حیثیت

عبدالمنان صدیقی

(خطیب جامع مسجد توحید ورسالت لالہ موسیٰ)

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

سر یا داڑھی کے بالوں کو سیاہ خضاب کرنا حرام اور ناجائز ہے احادیث میں اسکی ممانعت اور اس پر شدید وعید کی گئی ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے

عن جابر بن عبد الله : «قَالَ أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ رَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَيِّرُوْا هٰذَه بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوْا السَّوَادَ» مسلم :(٢١٠٢)، ابو داود:(٤٢٠٤)صحيح

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا اس حال میں ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامۃ پودے کی طرح سفید تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا رنگ بدلو کسی چیز کے ساتھ اور سیاہ رنگ سے بچو۔''

اس حدیث میں کتنی صراحت کے ساتھ بالوں کو سیاہ کرنے سے بچنے کی تلقین ہے۔ اور اہل علم باخبر ہیں کہ امر کا صیغہ وجوب پر دلالت کرتا ہے الا کہ کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو جو کہ داخل و خارج میں ہرگز موجود نہیں ہے چنانچہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا حکم فرما دینا ہر مومن کے لیے کافی ہے کہ وہ بالوں کو سیاہ خضاب کرنے سے دور رہے، کیونکہ "اجتنبوا" کے الفاظ کالے رنگ سے بچنے کے حکم میں ہیں، سو کالے رنگ سے بچنا واجب ہے اور اس کا فعل حرام ہے۔

اس حدیث کی ایک دوسری سند میں "وَجَنِّبُوْهُ السَّوَادَ " کے الفاظ ہیں جن کا معنی ہے کہ اس کو

کالے رنگ سے دور رکھو

امام نووی رحمہ اللہ کا فیصلہ:

ویحرم خضابه بالسواد علی الاصح وقیل کراهة تنزیه والمختار التحریم لقوله ﷺ واجتنبوا السواد

سیاہ خضاب کرنا حرام ہے درست ترین قول کے مطابق اور کہا گیا ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے لیکن راجح اور درست بات یہی ہے کہ سیاہ خضاب کرنا حرام ہے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ اجتنبوا السواد

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثم ان الماذون فیه مقید بغیر السواد لما اخرجه مسلم

''پھر خضاب میں اجازت صرف اس کی دی گئی ہے جو سیاہ رنگ کے علاوہ ہو۔ جیسا کہ امام مسلم نے روایت کیا ہے۔''

علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقوله اجتنبوا السواد دلیل واضح علی النهی عن الخضاب بالسواد

''پس آپ ﷺ کا فرمان کہ کالے رنگ سے بچو واضح دلیل ہے کالے رنگ کے خضاب سے منع پر۔'' (تحفة الاحوذی:358/5)

بالوں کو سیاہ کرنے والے جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے:

وعن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: یَکُوْنُ قَوْمٌ یَخْضِبُوْنَ فِی آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ کَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا یَرِیْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ (ابو داود :4212۔نسائی، احمد وصححه الالبانی)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو کبوتروں کی پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب کریں گے۔ وہ جنت کی

خوشبو نہیں پائیں گے۔''

ایک وہم کا ازالہ:

بعض اہل علم نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اس لیے کہ اس کی سند میں ایک راوی عبد الکریم بن ابی المخارق ہے جو کہ ضعیف ہے امام ابن الجوزی کا بھی یہی خیال ہے

لیکن درست بات یہ ہے کہ یہ راوی عبدالکریم بن مالک الجزری ہے نہ کہ المخارق، اور الجزری ثقہ راوی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن الجوزی رحمہ اللہ کا تعاقب کیا ہے اور ان کی بات غلط قرار دی ہے جیسا ابوداود کی ایک روایت میں خود عبدالکریم الجزری کا ذکر ہے۔

لہذا یہ حدیث بالکل صحیح ہے اسکو محدثین کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے۔

محدث العصر علامہ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا فیصلہ:

قلت : اما الصبغ بغير السواد فهو ثابت عنهم ، وهو الموافق لفعله ﷺ وقوله ـ واما قوله وخضب جماعة منهم بالسواد قلت: ان ثبت هذا عنهم ، فلا حجة فی ذالك لانه خلاف لسنة الثابتة عنه ﷺ فعلا وقولا وقد قال الله تعالى فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول الآية (تمام المنة:١/ ٨٣)

''میں کہتا ہوں پس بالوں کو کالے رنگ کے علاوہ کے ساتھ رنگنا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے ثابت ہے اور وہی رسول اللہ ﷺ کے عمل کے موافق ہے۔ اور مصنف فقہ السنۃ کا کہنا کہ صحابہ کی ایک جماعت نے کالے رنگ سے خضاب کیا ہے، میں کہتا ہوں اگر یہ ثابت بھی ہو ان سے تو اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ سے قولا اور عملا ثابت شدہ سنت کے خلاف ہے۔ اور اللہ تعالی نے بھی ارشاد فرمایا ہے: اگر تمہارا جھگڑا ہو جائے کسی بھی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو۔''

ولـذلك قال النووی فی المجموع: 294/1 اتـفقوا علی ذم خضاب

الراس او اللحية بالسواد ، وظاهر عبارات اصحابنا انه مكروه كراهة تنزيه، والصحيح ، بل الصواب انه حرام، قال النووی ودلیل تحریمه حدیث جابر------ الخ

قلت: فهذه الاحادیث من وقف علیها لا یتردد فی القطع بحرمة الخضاب بالسواد علی کل احد وهو قول جماعة من اهل العلم کما تقدم عن ابن القیم ، وقال انه هو الصواب بلا ریب ۔(تمام المنة:۱/ ۸۷)

اسی وجہ سے امام نووی رحمہ اللہ نے مجموع میں فرمایا ہے انہوں نے داڑھی اور سر کے بالوں کو سیاہ خضاب کرنے کی مذمت پر اتفاق کیا ہے۔اور ہمارے اصحاب کی ظاہر عبارات یہ ہیں کہ وہ مکروہ تنزیہی ہے،اور صحیح بلکہ درست بات یہی ہے کہ وہ حرام ہے۔امام نووی نے فرمایا اسکی تحریم کی دلیل جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: جو ان احادیث پر واقف ہوا وہ سیاہ خضاب کے ہر ایک کیلئے قطعی طور پر حرام ہونے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کرسکتا۔اور یہی اہل علم میں سے ایک جماعت کا قول ہے جیسا کہ پہلے گزر گیا ہے۔اور امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی بات بغیر کسی شک کے درست ہے۔

سیاہ خضاب کرنے والے اللہ کی رحمت سے محروم رہیں گے:

عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال:((یَکُوْنُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یُسَوِّدُوْنَ اَشْعَارَهُمْ لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَیْهِمْ ، رروا ه الطبرانی فی الاوسط وقال الهیثمی اسناده جید))

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی ﷺ نے فرمایا:''آخری دور میں ایسے لوگ ہوں گے جو اپنے بالوں کو کالا رنگ کریں گے ان کی طرف اللہ (نظر رحمت) سے نہیں دیکھے گا۔''

اس حدیث کوامام طبرانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہےاورامام ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایااس کی سند اچھی ہے۔

سیاہ خضاب کرنے والوں کا ایک ضعیف حدیث سے استدلال:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِنَّ اَحْسَنَ مَا اَخْضَبْتُمْ لَهَذَا السَّوَادُ اَرْغَبُ لِنِسَائِكُمْ فِيكُمْ وَاَهْيَبُ لَكُمْ فِي صُدُوْرِ عَدُوِّكُمْ» (ابن ماجه:٢٥٣٦)ضعيف

''بے شک سب سے بہترین چیز جس کے ساتھ تم بالوں کو رنگو، کالا رنگ ہے۔ یہ تمہاری بیویوں کو تم میں زیادہ رغبت دلانے والا ہے۔اور تمہارے دشمنوں کے دلوں میں تمہارا زیادہ خوف بٹھانے والا ہے۔''

اس روایت کی سند کئی وجوہات سے ضعیف ہے۔

اولا: دفاع بن دغفل راوی ضعیف ہے۔

ثانیا: راوی عبدالحمید بن صیفی دراصل عبدالحمید بن زید صیفی ہے وہ لین الحدیث ہے دونوں کا ترجمہ تقریب میں موجود ہے۔

ثالثا: راوی عمر بن خطاب الراسبی کے لئے تقریب میں مقبول لکھا ہے۔اور تقریب کے مقدمہ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: من السادسة: من ليس له من الاحاديث الا القليل وثم يثبت فيه ما يترك حديثه من اجله واليه الاشارة بلفظ مقبول حيث يتابع والا فلين الحديث

لہذا اس کی یہاں کوئی متابعت موجود نہیں ہے۔لہذا اس کی روایت بھی درجہ قبولیت کو نہ پہنچی۔

رابعا: سند میں انقطاع کا شبہ بھی ہے۔

چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ میزان الاعتدال 14/2 میں فرماتے ہیں:

عبد الحميد بن زياده بن صيفى بن صهيب عن ابيه عن جده قال البخارى لا يعرف سماع بعضهم من بعض

اس کے علاوہ صحیح مسلم وغیرہ کی وہ احادیث صحیحہ جن میں سیاہ خضاب سے صریحا نہی وارد ہے۔ان کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ بھی ہے۔ مذکورہ روایت کے بارے میں علامہ البانی رحمہ اللہ کا فیصلہ:

فانه ضعيف السند فيه راويان ضعيفان ۔ (الضعيفه:2972)

خلاصہ مبحث: اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾

''جو رسول تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔''

(الحشر:۷)

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ النور:٦٣

''آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والے اس بات سے ڈر جائیں کہ ان کو کوئی فتنہ پہنچے یا ان کو عذاب الیم سے دوچار ہونا پڑے۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

«مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِی فَقَدْ اَبٰی» بخاری(۷۲۸۰)

''جو میری اطاعت کرے گا جنت میں داخل ہو جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا گویا کہ اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔''

چنانچہ کسی مومن و مسلمان کو لائق نہیں کہ سیاہ خضاب کی ممانعت پر اس قدر صریح احادیث جان لینے کے بعد بھی وہ اس حرام کام کے درپے ہو۔ یا خواہش نفس میں آ کے من مانی، تاویلات، یا غیر ثابت روایات کو سہارا بناتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے اس حکم کی نافرمانی کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں رسول اللہ ﷺ کی ادنی سے ادنی نافرمانی سے بچائے۔ آمین

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت

ابوثوران محمد سلیمان شاکر

کرہ ارض پر حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی وہ نفوس قدسیات ہیں جن کو اشراف ومراتب اور عظمت وفضیلت سے نوازا گیا۔ جن کی رسول اقدس سے وفاؤں کے تذکرے قرآن میں موجود ہیں اور جن کی پاکیزہ ادائیں آیات بینات کا مظہر ہیں۔ صحابہ تفکرات اور عالم حقیقت کی سطحوں کو یکجا کر کے فیضان الٰہی کے مہبط بن گئے، اور دیناوی حقائق جب ان پر منکشف ہوئے تو یہ سلیم الفطرت ہستیاں حصول رضائے الٰہی کے لیے دنیا ومافیھا کا سودا کرنے کے لیے تیار ہوگئیں۔ زمانے بھر کی مصلحتوں اور مفادات کو اعتراف حقیقت کی ٹھوکر سے روند کر اللہ اور اس کے رسول کی ردائے اطاعت کو زیب تن کرنے والوں کے ایمان کو اللہ نے معیار حق بنا کر خراج تحسین سے نوازا۔

کل تک قدیلہ کے میدان میں جن کے باپ ان کی کمر پر کوڑے برساتے آج ان کی موافقت اور تائید میں جبرئیل امین قرآن حکیم کی آیات لے کر اترتے، اور شرف صحابیت سے سرشار ہو کر لسان نبوت سے وہ اس سرٹیفکیٹ کے متحمل بنے۔

«إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ»

''بے شک اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق کو جاری فرمادیا ہے''۔

(صحیح ابن حبان:٢١٨٤)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں پر اسلام کی نظر کیمیاء براہ راست پڑی، احکام شریعہ کے وہ اولین مخاطب ٹھہرے اور نسبت رسولی کی وجہ سے وہ اقوام عالم میں ممتاز اور تاقیامت مسلمانوں کے لیے استقامت وعزیمت کی تعبیر بن گئے، قرآن کریم نے انہیں الراشدون، فائزون، مفلحون، مھتدون اور الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر کے القابات سے سرشار فرمایا۔ اور قرآن کے علاوہ دیگر کتب سماوی میں بھی ان کی تمثیلات حسنہ کے گوہر نایاب بکھیرے گئے، تورات وانجیل جن کی شان اقدس

میں مدح سراء ہوئیں، ارشاد خداوندی ہے:

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاء عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاء بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ﴾

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کافرون پر سخت اور آپس میں نرمی رکھنے والے، (اے مخاطب!) تو دیکھ ان کو رکوع وسجود کرتے ہیں تلاش کرتے ہیں اپنے رب کی رضا، ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان نظر آتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی مثالیں تورات وانجیل میں پائی جاتی ہیں۔'' (الفتح:۲۹)

اس آیت مبارکہ میں جہاں صحابہ کرام کی طبیعت مبارکہ کا وہ امتیازی وصف ''اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ'' اور نیتوں کی پاکیزگی کا مظہر بیان کیا گیا وہاں اللہ نور السموات والأرض کا یہ پیغام تصویر صحابہ کا عکاس بھی کہ عبادات کی مستقل مزاجی اور خشوع وخضوع کی رقت سے ان کے چہروں پر آثار للّٰہیت ثبت ہوگئے۔ دراصل چہرۂ انسانیت ایک کھلی کتاب کی حیثیت رکھتا ہے صحابہ کرام کے چہروں پر خدا پرستی کا نور چمکتا تھا اور ان کے بے مثل کردار کے نقوش قرطاس تورات وانجیل پر منقش کردیئے گئے، انجیل کی کتاب استثناء، باب ۳۳ کی آیت ۲ اور ۳ میں صحابہ کرام کے لیے سند امتیاز مرقوم ہے:

''نبی آخرالزماں ﷺ کا ساتھ دینے والے قدوسی ہوں گے''۔

رحماء بینھم ایک ایسی خصلت ہے جس سے تمام صحابہ کرام متصف تھے اور ہمدردی کا عالم یہ کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک جنگ کے دوران امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معزول کرکے سیدنا ابوعبیدہ بن جراح کو سالار جنگ مقرر فرمادیا، اتفاق ایسا کہ قاصد یہ پیغام لے کر عین اس وقت میدان جنگ میں پہنچا جب طویل معرکہ آرائی کے بعد فتح قریب پہنچ چکی تھی اور فیصلہ افواج اسلامیہ کے حق میں ہونے والا تھا۔

جب یہ فرمان حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو آپ سپہ سالاری کا جھنڈا اپنے

ہاتھ لیے فتح کا سارا کریڈٹ حاصل کر سکتے تھے مگر رحماء بینھم کی بولتی تصویروں کا حوصلہ دیکھیں کہ وہ اس فرمان امیر المؤمنین کو مخفی رکھ کر برابر حضرت خالد بن ولید کے ماتحت لڑتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوگئی، یہ تو دنیا میں چلتی سانسوں کے ساتھ باہمی پیار کا عالم تھا مگر جنگ یرموک میں رحماء بینھم کی ایسی بے نظیر مثال سامنے آئی جو چشم فلک نے شاید آج تک نہ دیکھی ہو، حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یرموک میں میرا ایک عزیز بھی لڑائی میں شریک تھا جب شام ہوگئی اور ہر طرف سے زخمیوں کے کراہنے کی آواز آنے لگی تو میں اپنے اس بھائی کی تلاش میں پانی لے کر نکلا، مجھے ایک جگہ وہ پانی کی التجا کرتا نظر آ گیا میں نے فی الفور پانی اس تک پہنچایا ابھی وہ پینے ہی والا تھا کہ قریب سے ایک زخمی کی آواز آئی اس نے کہا پہلے میرے اس زخمی بھائی کو پانی پلا آؤ، میں جب اس کے پاس پانی لے پہنچا تو قریب تھا کہ وہ اپنی تڑپتی جان کو پانی سے تسکین دیتا، قریب سے ایک اور کراہتی آواز بلند ہوئی کہ ہے کوئی پانی پلانے والا؟ اس صحابی نے بھی پانی چھوڑ دیا کہ پہلے میرے اس بھائی کو پلا آؤ، حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ جب تیسرے شخص کے پاس پہنچے تو وہ جام شہادت نوش کر چکا تھا، آپ پچھلے کے پاس لپکے تو وہ بھی اپنی جان جان آفریں کے سپرد فرما چکے تھے۔ آپ پہلے صحابی کی طرف دوڑے مگر وہ بھی رحماء بینھم کی عملی تفسیر پیش فرما کر جام کوثر پینے جنت کو سدھار چکے تھے۔

اخوت و ہمدردی اور ایثار و یگانگت بالعموم صحابہ کرام کی عادت مبارکہ تھی اور بالخصوص خلفاء الراشدین کہ سنت طیبہ کے بعد جن کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے جن کی بابت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«عَلَيْكُم بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ»

(سنن أبي داود: ٤٦٠٧)

''تم میری سنت اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو۔''

یہ وہ پاکیزہ ہستیاں ہیں جو ایک دوسرے کی خاطر ہر چیز قربان کرنے والے اور محبت ومودت کے موتی لٹانے والے، مگر تاریخ اسلام کچھ ایسے مکروہ چہرے بھی بے نقاب کر چکی ہے جو ان

چار یاروں رضی اللہ عنھم اجمعین کے باہمی تعلقات ورشتہ داریاں اور الفت وہمدردی کی روشن حقیقتوں سے چشم پوشی کر کے سیدنا علی المرتضی کی عقیدت ومحبت کا لبادۂ کذب اوڑھ کر شیخین کریمین حضرت ابوبکر وعمر اور داماد پیغمبر سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے تقدس کو پامال کرنے کی سعی ناپاک کرتے ہوئے جہنم کا سودا کرتے ہیں۔ سطور ذیل میں ہم ان شاء اللہ براہین مصدقہ سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی اصحاب ثلاثہ سے محبت اور رشتہ داریوں کا تذکرہ کریں گے تاکہ یہ ثابت ہو سکے صحابہ کرام کی شان اقدس میں گستاخی کے مرتکبین کا حضرت علی سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بالترتیب اس ضمن میں اول الذکر ہستی مبارکہ ہیں جن کی توقیر وتائید میں رسول معظم کے یہ تاریخی الفاظ مینارۂ عظمت بن گئے، فرمان عظیم ہے:

«أَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ أَبُوبَكْر»

''انبیاء کرام کے بعد انسانوں میں حضرت ابوبکر سب سے بلند مرتبے والے ہیں''۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس جملہ صحابہ کرام سے اس لیے بھی ممتاز ہے کہ آپ کے صاحب پیغمبر ہونے کی گواہی قرآن نے دی ہے اگر کوئی شخص کہہ دے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ صاحب پیغمبر نہیں ہیں تو وہ کافر ہوگا کیونکہ قرآن نے «إذ يقول لصاحبه» کہا ہے۔ (اسد الغابة: ۳/ ۲۰۹) سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ آپ سے محبت کو اپنی محبت اور ایمان کی گواہی فرمایا کرتے، آپ کا ارشاد گرامی ہے:

«خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ، لَايَجْتَمِعُ حُبِّي وَبُغْضُ أَبِي بَكرٍ وَعُمَر فِي قَلْبِ مُؤمِن».

''رسول اللہ کے بعد لوگوں میں بہترین انسان ابوبکر وعمر ہیں کسی بھی مومن کے دل میں میری محبت اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی عداوت اکٹھی نہیں ہو سکتی''۔

(الأوسط للطبراني وتاريخ الخلفاء للسيوطي: ص: ۵۱)

اسی فرمان کی روشنی میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے اپنا فیصلہ صادر کرتے ہوئے کہا:

''جو ابوبکر و عمر کی فضیلت کا منکر ہے میرا اس سے کوئی تعلق نہیں''۔(اسد الغابة: ۳/ ۲۰۹، بستان صحابه:ص:۲۹)

حضرت علی المرتضی کی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت آنحضرت کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی بدستور قائم رہی۔ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق نماز عصر پڑھا کر باہر نکلے، حضرت حسن بن علی بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لپک کر انہیں اٹھایا اور اپنے کندھوں پر بٹھالیا اور محبت سے فرمایا:

''میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی صورت نبی کریم سے ملتی ہے، علی سے نہیں ملتی''۔

یعنی آپ ان الفاظ سے اپنی محبت کا اظہار فرما رہے تھے ''وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ»» اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکراہٹوں کے پھول نچھاور فرما کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت کا جواب دے رہے تھے۔ (بخاري: المناقب، باب صفة النبي)

جی ہاں! یہ جناب علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خلیفہ اسلام سے محبت ہی تھی جس کا جواب جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں دیا کرتے ««ارقبوا محمدا في أهل بيته»» اے لوگو! نبی کریم کی قرابت آپ کے اہل بیت کی محبت میں تلاش کرو۔(فضائل أصحاب النبي: باب مناقب حسنين) حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت ابوبکر صدیق کی وصیت نقل فرمائی ہے کہ ''اے لوگو! اہل بیت کی (توقیر و عصمت) حفاظت کرو''۔ (فتح الباري: ج ۸، ص:۸۰)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت:

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کی طرح سیدنا عمر فاروق سے بھی بے انتہا عقیدت رکھتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری ایام میں خلیفہ کی تقرری کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت فرمائی تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں فرمایا:

''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ: ہم آئندہ خلیفہ کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی پر راضی نہ ہوں گے''۔

(اسد الغابة: ٤/ ٧٠، تاريخ الخلفاء: ص:٧٢، الصواعق المحرقة: ص:٥٤)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زکوۃ میں آئے سرکاری اونٹوں کے اندراج کی غرض سے اپنے ساتھ لے گئے، وہاں جا کر دونوں صاحبوں کو تو سایہ دار جگہ میں بٹھا دیا اور خود کڑی دھوپ میں کھڑے ہو کر انہیں اونٹوں کی نشانیاں لکھواتے جا رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ محبت وعقیدت سے جناب عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے اور فرما رہے تھے عثمان رضی اللہ عنہ! قرآن پاک میں جو فرمان ہے:

﴿يَاَبَتِ اسْتَاجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ﴾

''اے میرے باپ! اسے اجرت پر رکھ لو کیونکہ سب سے بہتر شخص جسے تو اجرت پر رکھے ،طاقتور، امانت دار ہی ہے۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ((هٰذَا الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ)) (تاریخ طبری: ج:۳،ص:۲۷۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باب میں ہم جناب علی رضی اللہ عنہ کے وہ تاریخی الفاظ نقل کر چکے ہیں کہ: ((خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ، لَايَجْتَمِعُ حُبِّي وَبُغْضُ أَبِي بكرٍ وَعُمَر فِي قَلْبِ مُؤمِن)). رسول اللہ کے بعد لوگوں میں بہترین انسان ابوبکر وعمر ہیں کسی بھی مومن کے دل میں میری محبت اور ان کی عداوت اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ (الأوسط للطبراني وتاريخ الخلفاء للسيوطي:ص:۵۱) اسی محبت میں آپ نے اپنے ایک بیٹے کا نام بھی ''عمر'' رکھا اور ۱۷ ہجری میں اسی محبت وعقیدت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے جناب علی نے اپنی لخت جگر سیدہ ام کلثوم کا نکاح ۴۰۰۰۰ درہم کے عوض حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرما دیا۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے محبت:

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ شیخین کریمین ابوبکر وعمر کی طرح سیدنا عثمان سے بھی بے پناہ محبت فرماتے، ان کی نسبت سے اپنے ایک بیٹے کا نام بھی ''عثمان'' رکھا۔ قدم قدم پر ان کے صدق وصفا کی گواہی دیتے۔ ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں سورۃ الانبیاء کی اس آیت کو تلاوت فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰى اُولٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾

''نیکیوں میں سبقت لے جانے والے جہنم سے دور ہٹا دیے گئے''۔

اس آیت کو تلاوت فرما کر آپ نے فرمایا «عُثْمَانُ مِنْهُمْ» ان خوش نصیبوں میں ہی حضرت عثمان ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۲/ ۵۲، رقم الحدیث:۳۲۰۴۳) کسی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیسے شخص تھے تو انہوں نے فرمایا اس کا جواب میرے بابا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہی دیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ تو اس آیت کی تفسیر تھے:

﴿ وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (المائدۃ:۹۳)

''اور ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، پھر وہ متقی بنے اور ایمان لائے، پھر وہ متقی بنے اور انہوں نے نیکی کی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس قدر عزیز رکھتے کہ جب انہیں شہادت سے قبل گھر میں نظر بند کر دیا گیا تو آپ نے اپنے دونوں شہزادے حسن وحسین ان کے دروزے پر بطور چوکیدار متعین فرما دیے، خود ان کے لیے پانی کی کوشش بھی فرمائی مگر بلوائیوں نے پانی راستے میں روک لیا اور آپ نے اپنی پگڑی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں بطور گواہی پھینکی کہ عثمان رضی اللہ عنہ میں مجبور ہوں۔ جب مظلوم کائنات سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غم وغصے سے دونوں بیٹوں کے منہ پر طمانچے مارے کہ تمہارے ہوتے ہوئے وہ لوگ تمہارے خالو محترم کو شہید کر گئے۔ امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں کہ شہادت عثمان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اکثر وبیشتر آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَبْرَءُ إِلَيْكَ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ».

'' اے اللہ! میں عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے تیری طرف اپنی براءت کو پیش کرتا ہوں۔''

(فضائل صحابہ: ۱/ ۴۵۲، رقم:۷۲۷)

سطور بالا کی روشنی میں یہ حقیقت آشکار ہوگئی کہ صحابہ کرام اخوت وہمدردی کی عملی تفسیر اور

بالخصوص خلفائے رشد ووفا اس کی روشن تعبیر تھے، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ان کی عظمت ومنقبت پر سر تسلیم خم کر کے محبت کے دریا بہائے اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ان کی آپس میں کوئی بغض وعداوت نہیں۔

کراچی میں ایک شخص اصحاب ثلاثہ کو گالیاں دیا کرتا اور لوگوں کے منع کرنے پر کہتا کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا ہے (نعوذ باللہ) ایک رات اسے خواب میں جناب علی المرتضی رضی اللہ عنہ ملے اور غصے سے پوچھا کیا میں نے تمہیں یہ حکم دیا ہے؟ اور اپنی دونوں انگلیاں اس کی آنکھوں میں ماردیں وہ چیختا ہوا اٹھ بیٹھا اور اس کی دونوں آنکھیں واقعی بیکار ہو چکی تھیں۔ اللہ ہمیں صحابہ کے باہمی پیار والفت پر یقین محکم نصیب فرما کر تکمیل ایمان کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

ایثار اسے کہتے ہیں

مراسلہ: حافظ عبدالقدیر

ایک غزوہ (غالبا جنگ یرموک) میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ زخم کھا کر زمین پر گرے اور اسی حالت میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا پانی آیا تو انھوں نے دیکھا کہ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں بولے پہلے ان کو پلا آؤ، حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کے پاس پانی آیا تو انھوں نے دیکھا کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کی نگاہ بھی پانی کی طرف ہے، بولے ان کو پلا آؤ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کے منہ میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گیا اور سب نے ایثار کی مثال موت کے وقت پیش کر کے نئی تاریخ رقم کر دی۔

بحوالہ الاستعیاب تذکرہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل

سلسلة اصلاح اخطاء الناس

نہ کہنے کی باتیں

تحریر.....ابن عمر دین لاہوری

مشہور مقولہ ہے ''پہلے تولو پھر بولو'' اس لیے کہ بعض دفعہ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ وبال جان بن جاتے ہیں جو شخص جتنا زیادہ بولتا ہے وہ اتنی ہی زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔عربی کا محاورہ ہے: (((قَلَّمَا سَلِمَ مِكْثَارٌ))). ''زیادہ باتونی غلطی سے کم ہی محفوظ رہتا ہے''۔

بعض اوقات انسان ایسے الفاظ اپنی زبان سے ادا کر بیٹھتا ہے جو اس کو جنت کی بجائے جہنم میں لے جانے کا سبب بن جاتے ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بندہ اللہ کی رضامندی کی ایک بات زبان سے نکالتا ہے اسے وہ کوئی اہمیت بھی نہیں دیتا مگر اس کی وجہ سے اللہ اس کے درجے بلند کر دیتا ہے اور ایک دوسرا بندہ ایک ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی ناراضی کا باعث ہوتا ہے اسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں چلا جاتا ہے''۔

(بخاری: الرقاق، باب حفظ اللسان[٦٤٧٨])

بعض الفاظ اور محاورے زبان زد عام ہیں جو قرآن وسنت کے واضح طور پر برعکس ہیں اور عقیدہ وایمان کے نقص کا باعث ہیں۔ذیل میں ایسے محاورات، کلمات اور الفاظ کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے جو ہمیں کہنے اور بولنے نہیں چاہیے اور نہ ہی ان کے مطابق اپنا عقیدہ اور ایمان بنانا چاہیے:

(۱).....اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے:

عام طور پر لوگوں سے سنا جاتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے'' یا اپنی بات کو تقویت دینے

کے لیے یہ کہہ دیتے ہیں ''میں اللہ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں''۔ اللہ تعالی کا علم اور قدرت تو ہر جگہ ہے لیکن اس کی ذات ہر جگہ حاضر نہیں بلکہ وہ عرش پر مستوی ہے، قرآن مجید میں سات مقامات ایسے ہیں جہاں اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا ذکر ہے:

(۱) ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ﴾

''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا'' (الأعراف: ٥٤)

(۲) ''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا'' (یونس: ۳)

(۳) ''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم انہیں دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر مستوی ہو گیا'' (الرعد: ٤)

(۴) ''جو رحمٰن ہے، عرش پر مستوی ہے'' (طه: ٥)

(۵) ''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوا'' (الفرقان: ٥٩)

(٦) ''اللہ تعالی وہ ہے جس نے زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا'' (السجدة: ٤)

(۷) ''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا'' (الحدید: ٤)

قرآن کے یہ سات مختلف مقامات کی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی عرش پر مستوی ہے۔ لہذا یہ کہنا درست نہیں اللہ تعالی ہر جگہ ہے یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اسی طرح بہت سی احادیث بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالی عرش پہ ہے۔ بطور مثال صرف ایک ہی حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب اللہ تعالی نے مخلوق کو بنانے کا فیصلہ کیا تو اس نے اپنی کتاب جو اس کے پاس عرش پر تھی میں لکھا:

«إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي»

''بے شک میری رحمت میرے غصے پر غالب ہے''۔

(بخاری، بدء الخلق، باب ما جاء فی قول الله تعالی: وهو الذی یبدؤ الخلق)

(۲).....شہنشاہ:

جب کسی کی تعریف وتوصیف ہوتی ہے تو اس میں مبالغہ کے لیے یہ لفظ بول دیا جاتا ہے یہ تو ''شہنشاہ'' ہے، ''شہنشاہ خطابت، شہنشاہ سخن'' وغیرہ۔ شہنشاہ کا لفظ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ شہنشاہ اصل میں مرکب ہے ''شاہ شاہاں'' سے، جس کا معنی ہوتا ہے بادشاہوں کا بادشاہ، بادشاہوں کا بادشاہ صرف اللہ تعالی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ دوسرے سے کہہ رہا تھا: اے شہنشاہ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَللّٰهُ مَلِكُ الْمُلُوْكِ))

''بادشاہوں کا بادشاہ اللہ ہے۔'' المعجم الاوسط للطبرانی (١٤٣٦٥)

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَخْبَثُهُ وأَغْيَظُ عَلَيْهِ، رَجُلٌ كَانَ يُسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ، لَامَالِكَ اِلَّا اللّٰهُ))

''قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض ترین اور بدترین آدمی وہ ہوگا جس کو شہنشاہ کا نام دیا گیا، اللہ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔''

مسلم، الاداب، باب تحریم التسمی بملك الاملاك..(٢١٤٣)

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَخْنَى الأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الأَمْلَاكِ»

''قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بدترین نام اس کا ہوگا جو اپنا نام ملک

الاملاک (شہنشاہ) رکھے''۔

(بخاری: الأدب، باب أبغض الأسماء إلى الله[٦٢٠٦])

(۳).....قبضہ قدرت:

بعض لوگ قسمیہ عبارت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں'' اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے'' اس کی مثالیں احادیث میں بکثرت موجود ہیں۔ یہ ترجمہ کرنا درست نہیں بلکہ عبارت کے مطابق ترجمہ اس طرح ہوگا: والذي نفسي بيده ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے''۔ قبضہ قدرت ترجمہ کرنے سے اللہ کے لیے جو لفظ ''ید'' استعمال ہوا ہے اس کا انکار یا اس کی تاویل لازم آتی ہے۔ جو معتزلہ وغیرہ کی عادت ہے جو صفات کی تاویل کرتے ہیں ہمارے سادہ لوح مسلمان اس مخفی اور زہریلی سوچ سے ناواقف ہیں اس لیے اس سے باخبر اور متنبہ کرنا ضروری ہے۔ لہذا اس کی تاویل کرتے ہوئے ترجمہ ''قبضہ قدرت'' نہیں کہنا چاہیے چونکہ قبضہ اور قدرت بھی اللہ تعالی کے لیے الگ الگ طور پر ثابت ہیں۔

حضرت عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں کچھ نقص تھا، وہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ جب انھوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے خلاف جنگ کرنے کی غرض سے میدان بدر کی طرف روانہ ہونے والے ہیں، تو وہ بھی جلدی سے اپنے گھر پہنچے اور جہاد کے لیے روانگی کی تیاری کرنے لگے۔ ان کی بیوی ہند اور ان کے بیٹے ان کو جنگ کے لیے جانے سے روکنے لگے اور کہا کہ آپ معذور ہیں لنگڑا کر چلنے کی وجہ سے آپ کو دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان کا اصرار تھا کہ میں جنگ میں ضرور شریک ہوں گا۔ آپؐ سے عرض کیا ابا جان کو سمجھائیں ان کا گھر میں رہنا زیادہ مناسب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹوں کی دلی تمنا کا لحاظ کرتے ہوئے عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ کو گھر میں رہنے اور ان کے بیٹے کو جنگ بدر میں شریک ہونے کا کہا۔ میدان بدر میں لشکر اسلام نے مشرکین کے بڑے بڑے سورماؤں کو میدان جنگ میں تہ تیغ کر دیا۔ حیات صحابہ کے درخشاں پہلو (ص/۸۳) [مراسلہ: عبدالرحمٰن]

امام احمد بن محمد بزی رحمہ اللہ

قاری ابوبکر المنشاوی (مدرس شعبہ تجوید جامعہ ہذا)

نام ونسب: نام: احمد، کنیت: ابوالحسن اور شجر نسب حسب ذیل ہے:

ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بن قاسم بن نافع بن ابو بزہ بشار۔

(غاية النهاية: ج:١ ، ص:١١٩ ، معرفة القراء:ج:١ ، ص:١٧٣)

نسبت: بزی کی نسبت سے معروف ہوئے، یہ نسبت ان کے جداعلیٰ ''ابو بزہ'' کی طرف ہے۔

الہوازی کا بیان ہے کہ بزی ابو بزہ کی طرف منسوب ہیں۔ حافظ ابوشامہ رقمطراز ہیں:

«البزى لأنه منسوب إلى جده إبي بزه» .

''بزی اپنے جداعلیٰ ابو بزہ کی طرف منسوب ہیں''۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ابو بزہ کا نام بشار ہے اور ابو بزہ اصلاً فارسی تھے۔

(غاية النهاية: ج:١ ، ص١١٩ ، ابراز المعاني:ص٢١ ، معرفة القراء: ج:١ ، ص١٧٣ ، ١٧٤)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابو بزہ ہمدان کے باشندہ تھے انہوں نے صائب بن صیفی مخزومی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بزی بنومخزوم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ (غاية النهاية: ج:١ ، ص:١١٩)

بزی کے لغوی معنی شدت اور سختی کے ہیں۔

پیدائش اور وطن: امام احمد بن بزی رحمہ اللہ کی پیدائش ۱۷۰ھ بمطابق ۷۸۶ء میں مکہ معظّمہ میں ہوئی۔ مکہ معظّمہ ہی ان کا وطن ہے اور مکہ کے شیخ القراء تھے۔ (غاية النهاية: ج:١ ، ص ١٧٣)

شیوخ: امام احمد بزی رحمہ اللہ نے کثیر الشیوخ سے کسب فیض کیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی بعد ازاں دوسرے شیوخ اور اہم فن سے تحصیل علم کیا۔ چند مشہور اور نامور شیوخ کے نام یہ ہیں: ابوالقاسم عکرمہ بن سلیمان، ابوالاخریط وھب بن واضح مکی، عبداللہ بن زیاد بن عبداللہ بن یسار

مکی رحمۃ اللہ علیہم (غاية النهاية: ج:١ ، ص:١١٩ ، معرفة القراء: ج:١ ، ص ١٧٤)

سلسلہ قراءت: امام احمد بن بزی رحمہ اللہ نے عکرمہ بن سلیمان سے اور انہوں نے شبل بن عباد سے اور شبل بن عباد نے امام ابن کثیر مکی سے قراءت کا علم حاصل کیا۔ اس طرح روایت امام بزی دو واسطوں سے امام ابن کثیر مکی تک پہنچتی ہے اور امام ابن کثیر مکی کے سلسلہ قراءت کو ملا کر پانچ واسطوں سے امام بزی کی قراءت حضور اکرم تک پہنچتی ہے۔

تلامذہ: امام احمد بن کثیر سے خلق کثیر تحصیل علم کیا جن میں سے چند نامور تلامذہ کے نام یہ ہیں:

ابوربیعہ محمد بن اسحاق بن وہب، اسحاق بن محمد خزاعي، حسن بن حباب احمد بن فرخ رحمۃ اللہ علیہم

امامت و مشیخت: امام احمد بن بزی رحمہ اللہ کو قراءت میں بڑا مقام حاصل ہوا۔ سیرت نگار آپکو مقری مکہ اور رئیس القراء کے لقب سے یاد کرتے ہیں اسی عظمت اور مقام کی بنا پر آپ چالیس (۴۰) سال تک مسجد حرام میں امام و مؤذن کے منصب پر فائز رہے۔

علم حدیث: آپ رحمہ اللہ علم قراءت کے ساتھ ساتھ علم حدیث کے بھی بڑے عالم تھے۔ آپ نے مؤمل بن اسماعیل، مالک بن سعید بن حسن، ابوعبدالرحمٰن مقری اور سلیمان بن حرب سے حدیث کا سماع کیا۔ آپ سے حدیث روایت کرنے والوں میں ابوبکر احمد بن عبید بن ابی عاصم النبیل، یحیی بن محمد بن صاعد، محمد بن علی بن زید الضابغ اور احمد بن محمد بن مقاتل وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم قابل ذکر ہیں۔

(معرفة القراء: ج:١ ، ١٧٤ ، غاية النهاية: ج:١ ، ١١٩)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تاریخ الکبیر'' اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ (معرفة القراء: ج:١ ، ص:١٧٥ ، لسان الميزان: ج:١ ، ص:٢٨٤)

محمد بن ساعد کہتے ہیں مجھ سے احمد بن بزی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے عکرمہ بن سلیمان سے سنا کہ انہوں اسماعیل بن عبداللہ بن قسطنطین رحمہ اللہ سے پڑھا، جب سورۃ الضحی پر پہنچے تو انہوں نے کہا کہ ہر سورۃ کے اختتام پر اللہ اکبر کہو، اس لیے کہ عبداللہ بن کثیر نے ہم کو ایسے ہی پڑھایا ہے۔

موسی بن ہارون کا بیان ہے کہ مجھ سے ابن ابی بزہ نے فرمایا کہ میں محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ سے پڑھا

توانہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم نے تکبیر کہنا چھوڑ دیا تو گویا تم نے سنت نبوی کو ترک کر دیا۔
(معرفة القراء: ج۱ ، ص:۱۷٦)

یوم الودہ (فتنہ خلق قرآن): اسلامی تاریخ کا سب سے بڑا فتنہ خلق قرآن ہے جسے تاریخ کی کتابوں میں یوم الودہ کا نام دیا گیا ہے اس فتنہ کی ابتداء ۲۱۲ھ کو ہوئی۔ حاکم بغداد ''مامون الرشید'' نے معتزلہ کو کہنے پر اسے جبر قہر کے ساتھ نافذ کرنے کا حکم دیا۔ مامون الرشید کے بعد معتصم باللہ نے اسکی اقتداء کی اور یہ فتنہ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور اس وقت کے علماء، محدثین اور قراء کو قتل کرنے کے لیے ظلم کے پہاڑ گرائے گئے۔ بعض نے خوف و دباؤ کی وجہ سے سر اقرار خم کر دیا مگر اصحاب دعوت عزیمت نے خلق قرآن کا اقرار کرنے سے نکار کر دیا جسکی پاداش میں انہوں نے طوق وسلاسل اور دار ورسن کی سختیوں اور عذابوں کو برداشت بھی کیا۔ حکومت وقت کے جبر وقہر کا سب سے زیادہ نشانہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مایہ ناز شخصیت بنی، مگر باوجود تمام قہر وستم کے وہ ان سے اس باطل عقیدہ کا اقرار نہ کرا سکی۔

امام احمد بن بزی رحمہ اللہ گو اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہے مگر اس باطل عقیدہ کے سخت مخالف تھے اور قرآن کو کلام اللہ ہی سمجھتے تھے، خود فرماتے ہیں کہ:
''جو شخص قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ دین الٰہی اور دین رسول پر نہیں جب تک کہ توبہ نہ کرلے''۔
(معرفة القراء: ج:۱ ، ص۱۷۸)

راوی قراءت: قراءت کے دوسرے ائمہ کی طرح آپ کی قراءت کے بھی راوی ہیں جن کا مختصر تعارف یہ ہے: ابو ربیعہ محمد بن إسحاق بن وہب ربعي مكي رحمہ اللہ عظیم المرتبت قاری اور صاحب عدل واتقان تھے۔ امام احمد بن بزی رحمہ اللہ کے بعد مسجد حرام کے مؤذن مقرر ہوئے۔ رمضان ۲۹۴ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

وفات: آپ رحمہ اللہ نے ۸۰ سال کی عمر میں ۲۵۰ھ کو بمطابق ۸٦۴ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔
(معرفة القراء: ج:۱ ، ص:۱۷۸ ، غاية النهاية: ج:۱ ، ص:۱۱۹)

باپ راضی تو ربّ راضی

تحریر..... یحییٰ طاہر (مسئول مکتب جامعہ ھذا)

خلیفہ مامون کا بیان ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا ایک ایسا واقعہ دیکھا ہے جس کی دوسری مثال میں نہیں جانتا۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے حوالے سے یہ واقعہ یقیناً مثالی ہے۔ اسے پڑھ کر قارئین کو والدین کے ساتھ اپنے سلوک کا تقابل ضروری کرنا چاہیے۔

یہ واقعہ فضل بن یحییٰ کا ہے۔ فضل بن یحییٰ نے اپنے والد کے ساتھ جس حسن سلوک کا مظاہرہ کیا تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ صرف تاریخ اسلامی ہی کی خصوصیت ہے کہ ہمارے اسلاف نے والدین کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ فضل بن یحییٰ کے والد، یحییٰ سردی کے دنوں میں ہمیشہ گرم پانی ہی سے وضو کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس لیے سردی کے دنوں میں ان کے لیے ہر وقت گرم پانی کا خاص انتظام کیا جاتا تھا۔

ایک دفعہ کسی وجہ سے فضل بن یحییٰ کے والد کو جیل جانا پڑا۔ فضل بن یحییٰ بھی باپ کے ساتھ گرفتار ہو گئے۔ باپ بیٹا دونوں جیل کی ہوا کھا رہے تھے یہ سردی کا موسم تھا۔ قید خانے میں قیدیوں کے لیے گرم پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ جبکہ فضل بن یحییٰ کے والد کی عادت گرم پانی سے وضو کرنے کی تھی۔ فضل بن یحییٰ نے جیلر سے مطالبہ کیا کہ میرے والد کے لیے گرم پانی کا بندوبست کرایا جائے۔ جیلر نے جواب دیا کہ جیل کے اندر کسی قیدی کے لیے گرم پانی کا انتظام نہیں ہوسکتا۔ فضل بن یحییٰ نے جیلر سے کہا کہ پھر باہر سے لکڑی منگوا دو، ہم اس کی قیمت ادا کر دیں گے۔

جیلر نے کہا: جیل کے اندر قیدیوں کے لیے لکڑی جلانے کی اجازت نہیں ہے۔

فضل بن یحییٰ نے جیلر کی بہت منت سماجت کی کہ کسی طرح گرم پانی کا بندوبست ہو جائے تاکہ صبح والد کو گرم پانی سے وضو کرا سکیں۔ جب ان کی تمام تدبیریں ناکام ثابت ہوئیں اور جیلر نے ان کی

بات ماننے سے بالکل انکار کر دیا تو انھوں نے پانی کا برتن چراغ کے قریب کر دیا اور طلوع فجر تک برتن کو چراغ کے قریب کر کے کھڑے رہے۔ جب ان کے والد فجر کے وقت بیدار ہوئے تو انھوں نے اپنے والد کو گرم پانی سے وضو کرایا۔

فضل بن یحییٰ نے رات بھر جاگ کر اور چراغ کے پاس کھڑے ہو کر پانی گرم کیا تو یہ واقعہ جیلر کو بھی معلوم ہو گیا۔ جب دوسرے دن کا سورج غروب ہوا تو فضل بن یحییٰ کے والد سو گئے۔ وہ گزشتہ شب کی طرح پانی گرم کرنے کے لیے چراغ کے پاس جانے لگے تو انھیں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ چراغ اپنی جگہ پر موجود نہیں ہے بلکہ اسے ایسے مقام پر رکھ دیا گیا ہے جہاں تک ان کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ چنانچہ فضل بن یحییٰ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اب والد کے لیے پانی گرم کرنے کی کون سی تدبیر اختیار کی جائے۔ وہ اسی سوچ میں تھے کہ ان کے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ انھوں نے ٹھنڈے پانی کے برتن کو اپنے پیٹ پر رکھ لیا تاکہ پیٹ کی حرارت سے پانی گرم ہو جائے۔ ان کی یہ تدبیر کامیاب ثابت ہوئی صبح تک پانی گرم تو نہ ہو سکا تاہم وہ ٹھنڈا بھی نہ تھا۔ نماز فجر کے وقت جب ان کے والد بیدار ہوئے تو انھوں نے اپنے والد کو اس پانی سے وضو کرایا۔

فضل کی وفات رقہ کے قید خانے ہی میں ۱۹۳ھ میں ہوئی۔ ابن اثیر رحمہ اللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''فضل بن یحییٰ دنیا کے بہت سے محاسن کا مجموعہ تھے ان کا ثانی دنیا میں پھر نہیں دیکھا گیا۔''

[انٹرنیٹ سے مطالعہ کے لیے (htt://muntada.islamtoday.net)]

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

((اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ ، فَأَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ اَوِ احْفَظْهُ))

''والد جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے پس تو اگر چاہے تو اس دروازے کو ضائع کر دے یا اس کی حفاظت کر۔'' سنن ترمذی: ۱۹۰۰، حسن

جہاں ماں سے حسن سلوک کی تلقین ہے وہاں والد کا احترام اور اس سے حسن سلوک کی بھی تعلیم جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رِضَا الرَّبِّ فِی رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِی سَخَطِ الْوَالِدِ))

''رب کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناراضی والد کی ناراضگی میں ہے۔''

الترمذی، البر والصلة:۱۸۹۹، وصحیح ابن حبان: ٤٣٠، حسن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«طَاعَةُ اللّٰهِ فِیْ طَاعَةِ الْوَالِدِ وَمَعْصِيَةُ اللّٰهِ فِیْ مَعْصِيَةِ الْوَالِدِ» .

''اللہ کی اطاعت والد کی اطاعت میں ہے اور اللہ کی نافرمانی والد کی نافرمانی میں ہے۔''

صحیح الترغیب (۲۵۰۲)

باپ ایک مقدس محافظ ہے جو ساری زندگی خون پسینے کی کمائی سے گھر چلاتا ہے اور خاندان کی نگرانی کرتا ہے اس کے سامنے اونچا نہ بولو ورنہ اللہ تمھیں نیچا کر دے گا اور تمھاری کسی بات سے آنسو نہ گریں ورنہ اللہ تمھیں لوگوں کی نظروں میں اور جنت سے گرا دے گا۔

ایک باپ کی اپنے بچوں سے فریاد

بوڑھا ہو گیا ہوں میں تھوڑا وقت دے دیا کر
بیٹھ کر دو چار ہی سہی پر مجھ سے باتیں کیا کر
تو ہی میری لاٹھی ہے تو ہی میری ہے روشنی
کچھ پل کے لیے ساتھ میرے راستہ طے کیا کر
مر جاؤں گا ایک دن چلا جاؤں گا چھوڑ کر تجھے
جو بچی ہے زندگی صاحب مجھے کچھ میرے لیے بھی رکھا کر

صحابی رسول ﷺ کی سچی کرامتیں

ماخوذ.....صحیح بخاری کے رواۃ صحابہ رضی اللہ عنہم از محمد عظیم حاصل پوری

خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔۔حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس سال تک حضور اکرم ﷺ کی خدمت کی، ۹۳ھ کو ایک سو تین (۱۰۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔

۱.....سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایک خاص منظر دکھایا، بصرہ میں آپ کی زمین تھی اور وہاں عرصہ دراز سے بارش نہیں ہو رہی تھی جس وجہ سے زمین قحط سالی کا شکار ہوگئی۔زمین کے نگران نے آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا تو آپ سن کر کافی فکر مند ہوئے اور بعد میں اپنی زمین سے تھوڑا سا دور جا کر وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی:

((فَثَارَتْ سَحَابَةٌ وَغَشِيَتْ اَرْضَهُ وَاَمْطَرَتْ))

ابھی دعا مکمل ہی ہوئی تھی کہ بادل امنڈ آئے اور جہاں تک آپ کی زمین تھی وہاں وہاں پر اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش نازل فرما دی اور وہ بارش صرف اور صرف آپ کی زمین تک محدود رہی۔

طبقات ابن سعد(۲۱/ ۷)سیر اعلام النبلاء(۴۰۱/ ۳)

۲.....خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ایک سچی حقیقت ہی نہیں بلکہ بہت بڑی سعادت بھی ہے۔آپ رضی اللہ عنہ چونکہ آپ ﷺ کے شاگرد رشید اور خاص خادم تھے اور آپ کے بعد آپ ﷺ کی تعلیمات کے سچے پیروکار تھے، اسی لیے آپ کو خواب میں بیشمار مرتبہ آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ امام کائنات ﷺ کے بعد تقریباً ۸۳ سال زندہ رہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی ہر رات ہی بابرکت رہی، قیام اللیل کی لذت ختم نہ ہوتی تھی کہ خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کی مٹھاس لینا شروع کر دیتے۔آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا مِنْ لَيْلَةٍ اِلَّا وَاَنَا اَرَى فِيهَا حَبِيبِيْ ثُمَّ يَبْكِيْ))

''میں نے تقریباً ہر رات اپنے پیارے (نبی ﷺ) کو خواب میں دیکھا.....راوی بیان کرتا ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ رو پڑتے۔'' طبقات ابن سعد(۱۹/ ۷)سیر اعلام النبلاء(۴۰۳/ ۲۰)

عرض مؤلف صحیح بخاری کے رواۃ صحابہ رضی اللہ عنہم

قارئین کرام! راقم نے 2011ء کو مدیر جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) گوجرانوالہ حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ کے حکم سے بعد از نماز عصر «اللؤلؤ والمرجان» کی ایک حدیث کا درس جو کہ پانچ سے سات منٹ پر مشتمل ہوتا تھا دینا شروع کیا' درس کے سامعین میں چونکہ عوام الناس کے علاوہ طلباء جامعہ بھی شریک ہوتے تھے جس کی وجہ سے درس کا انداز عام روٹین سے مختلف رکھا گیا یعنی مختصر خطبہ کے بعد عربی عبارت پڑھی جاتی پھر سلیس اردو ترجمہ ہوتا اور اس کے بعد راوی حدیث کے متعلق چند باتیں کی جاتیں اور آخر میں مفہوم حدیث کے ساتھ ساتھ اُحکام ومسائل کہ طرف اشارہ کیا جاتا۔طلباء وسامعین کا اکثر استفسار ہوتا کہ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ باتیں کس کتاب سے مطالعہ کرتے ہیں تاکہ ہم ان کو مفصل پڑھ سکیں مگر راقم تو مختلف عربی اردو اسماء رجال کی کتب کی معاونت سے درس دیا کرتا تھا تاہم دوستوں نے حکم دیا کہ عوام الناس اور طلباء کی راہنمائی کے لیے آپ انہیں مرتب کر دیں چنانچہ بندہ عاجز اللہ سے مدد کی دعا کر کے اس کو کرنے کے لیے تیار ہو گیا اور اب یہ زیر نظر کتاب صحاح ستہ کے رواۃ صحابہ رضی اللہ عنہم کی پہلی جلد ''صحیح بخاری کے رواۃ صحابہ رضی اللہ عنہم'' چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔جو یقیناً طلباء علماء اور عوام الناس کے لیے یکساں مفید ہے۔

اس کتاب کے چند نمایاں پہلو مندرجہ ذیل ہیں:

اس میں مکمل صحیح بخاری کے رواۃ صحابہ رضی اللہ عنہم کی فہرست ،مرویات صحابہ رضی اللہ عنہم اور طبقات صحابہ رضی اللہ عنہم پر مقدمہ،شروع میں امام بخاری رحمہ اللہ اور صحیح بخاری کے متعلق ضروری اور قیمتی معلومات، ہر صحابی کے نام ونسب اور کنیت ولقب کے ساتھ ساتھ ان کے قبول اسلام کی مکمل داستان، ہر صحابی کی حتی الوسع مرویات کی تعداد کا ذکر، کتاب کے آخر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی تحریر کر دیے گئے ہیں جو اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔

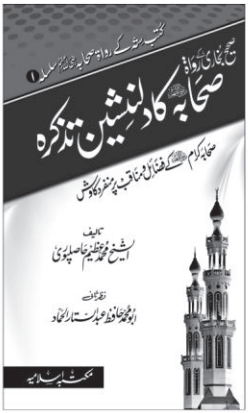
صحیح بخاری کے رواۃ صحابہ رضی اللہ عنہم
صحابہ کا دلنشین تذکرہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب پر مختصر دلکش
تالیف
الشیخ محمد عظیم حاصل پوری
نظر ثانی
ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد
مکتبہ اسلامیہ

مؤلف نظر ثانی

محمد عظیم حاصل پوری ابو محمد حافظ عبد الستار حماد

محبان صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنے گھر، کالج ،سکول اور یونیورسٹی کی لائبریری کی زینت بنائیں۔

MAJALLAH **Al Mukarram** GUJRANWALA

ع المحدث مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کی علمی اور حکیم محمود اللہ کی عملی یادگار

جامعہ اسلامیہ سلفیہ

جامع مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

شعبہ جات

- علوم اسلامیہ (درس نظامی)
- تجوید القرآن
- حفظ القرآن
- ترجمۃ القرآن
- ناظرۃ القرآن
- تعلیم بالغاں
- تعلیم نسواں
- نشر واشاعت
- دارالافتاء

خصوصیات

بہترین نصاب، بلند معیار تعلیم، مشفق اور محنتی اساتذہ کی نگرانی میں اعلیٰ تربیت کا خصوصی اہتمام، طلبہ کی کردار سازی اور بہترین علمی و عملی ماحول، وسیع اور کشادہ ماحول لائبریری اچھی کارکردگی کے حامل طلبہ کے لیے حوصلہ افزائی کے انعامات

نوٹ

جامعہ ھذا کے تمام شعبہ جات کا آغاز 10 شوال سے ہوتا ہے

برائے رابطہ:
0321-7202700
055-3846592

Designed & Printed by: Maktaba Islamia

قارئین کرام! سلسلہ دار الماکرم آپ کا اپنا رسالہ ہے، خود پڑھیں، دوسروں کو پڑھنے کی دعوت دیں، ہمیں آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا، اپنے گراں قدر مشوروں سے نواز کر شکریہ کا موقع دیں